

”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، اگر تم ان کی اقتدار کو توہدایت پاؤ گے“
(فرمان نبویؐ)

رَسَالَةُ عَجَالَةٍ نَافِعَةٍ

فیقر محمد عارف قادری عفی عنہ



حضرت امیر معاویہ

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

جس میں

خال المؤمنین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ابو عبد الرحمن حضرت معاویہؓ کے کمالات اودن
پر روشنی ڈالی گئی ہے جنہوں نے انتیس سال تک نہایت علم و تدبیر سے امارت کے فرائض سرانجام دیئے
اود سندھ سے لے کر قبرص و قریطہ تک اسلام کا پرچم لہرایا۔ اودیہ بھی نہایت کیا گیا ہے کہ ان کے تعلقاً
اولاد ابن ابی طالب سے نہایت خوش گوار تھے



مؤلفہ

حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی

مرکتبہ الفاروق

”میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں اگر تم ان کی اقتدار کرو گے تو راہ ہدایت پانے لگے۔
 فرماتا ہے نبی کریم ﷺ

رِسَالَةُ الْحَجَّالِ مَنَافِعِهِ حضرت امیرِ مرعایہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ

جسے میں

خال المؤمنین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ابو عبد الرحمن حضرت
 معاویہؓ کے کمالات و اوصاف پر روشنی ڈالی گئی ہے جنہوں نے انیس سال تک
 نہایت حلیم و تدبیر سے مارت کے فرائض سر انجام دیے اور سندھ سے لے کر قبرص و
 قریط تک اسلام کا پرچم لہرایا اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے تعلقات اولاد
 ابن ابی طالب سے نہایت خوشگوار تھے۔

مؤلف کا :- حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ
 حافظ نور محمد انور مکتبہ الفاروق ○ سلطان پورہ روڈ لاہور
 قیمت تین روپے چھپن پریس

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین
۴	پیش لفظ
۸	شجرہ
۱۰	دونوں خاندانوں میں رشتہ داریاں۔
۱۲	جوزمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے رہے۔
۱۴	حضرت معاویہؓ کے والدین۔
۲۱	حضرت معاویہؓ کے خاندان پر حضور علیہ السلام کی نظر عنایت۔
۲۶	حضور نبی علیہ السلام نے بنی ہاشم کو کیوں عامل مقرر نہ فرمایا۔
۲۸	حضرت معاویہؓ کے ابتدائی حالات۔
۳۰	حضرت معاویہؓ کے بارے میں احادیث نبویؐ۔
۳۲	حضرت معاویہؓ کا حلم اور قابلیت۔
۳۴	حضرت معاویہؓ اور اولاد ابو طالب کے تعلقات۔
۴۱	ابو خالد یزید کی دلی عہدی۔
۴۳	حضرت معاویہؓ اور حضرت زبیرؓ کی گفتگو۔
۴۷	حضرت عثمانؓ کا مظلومانہ قتل۔
۴۹	حضرت علیؓ سے مالک اشترؓ جیسے اشخاص کی رفاقت کا نتیجہ۔

صفحہ	مضامین
۵۱	حضرت علیؓ و معاویہؓ کی جنگ کا خاتمہ۔
۵۶	حضرت علیؓ کی شہادت۔
۵۷	حضرت علیؓ کی امام حسنؓ کو وصیت۔
۵۸	امام حسنؓ سے اشیاع کی غداری۔
۶۰	بیعت امام حسنؓ۔
۶۳	وہ صحابہ رسولؐ جو عہد علیؓ کی خانہ جنگیوں سے الگ رہے۔
۶۶	حضرت معاویہؓ کے مشیران خاص۔
۷۱	قریش میں علم بردارٹی فوج حضرت معاویہؓ کے خاندان میں تھی۔
۷۳	حضرت معاویہؓ کی فتوحات۔
۷۷	جہاد قسطنطنیہ۔
۷۹	حضرت معاویہؓ کی وفات رسول اللہؐ سے عقیدت و اولاد کا بیان۔
۸۱	بنی امیہ پر مظالم کے واقعات۔
۸۵	ضروری التماس۔
۸۷	عقائد اہل سنت متعلقہ صحابہ کرامؓ۔
۸۹	گلمائے عقیدت منطوم

کاسمو پرنٹنگ پریس لاہور

رجب ۱۴۰۰ھ

باشتر اک انور معاویہ

پیش لفظ

از ابو الطاہر فداحسین فدائے

مدیر اعلیٰ ماہنامہ ”مہر و ماہ“ لاہور ۱

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ خال المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریخ اسلام میں ایک اہم شخصیت ہیں۔ آپ کے عہد میں اسلام نے جو زلفی کی ہے وہ ققید المثال ہے۔ آپ نے اسلام کی گرتی ہوئی عظمت و شوکت کو از سر نو سہارا دیا اور اپنی سیاست، تدبیر اور فطری صلاحیتوں کی بدولت سلطنت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ نیز اپنے جانشینوں کی اس شاہراہ کی طرف رہنمائی کی۔ آپس پر چل کر انہیں وہ کامرانیاں نصیب ہوئیں کہ ایک طرف تو سرزمینیں سندھ مسلمانوں کے زیر نگین تھیں اور دوسری طرف اندلس ان کے قبضہ تسلط میں تھا۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ کسی خاندان کو جتنی امیر جیسی عالمگیر مملکت حاصل نہیں ہوئی اور انہیں یہ تفوق اس وقت حاصل ہوا جب حضرت فاروق اعظمؓ کے نقش قدم پر چل کر دولت اسلامیہ کی اساس کو مستحکم و مضبوط کرنا کی کوشش کی۔ حضرت معاویہؓ کے حالات میں ہمایوں بادشاہ نے علامہ ابن حجر مکیؒ سے ”طہیر الجنان“ کتاب لکھوائی تھی۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا عبد الشکور لکھنوی

مرحوم نے اپنے مطبع سے شائع کیا تھا۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات اور رسالہ ”رد واقض“ میں بڑی وضاحت سے حضرت معاویہؓ کے مرتبہ و مقام کو بیان فرمایا۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً علماء کرام نے حضرت معاویہؓ کی شان اور ان کے فضائل و مناقب بیان کرنے اور ان پر مخالفین کے طعن و تشنیع کے جوابات دینے کے لئے کئی کئی لکھیں مولانا عبد الغفر بہاروی نے ناہیہ عن دم معاویہؓ (عربی) مولانا حیدر رضا خاں بریلویؒ نے رفیع العروش الخاویہ من ادب الامیر معاویہؓ اور سید حسین حیدر حسینی نے میر ٹھٹے رسالہ فصیح العقیدہ فی باب امیر الموعوۃ (فارسی) شائع کیا۔ لاہور سے مولانا بی بخش حلوانیؒ نے ”النار الخامیہ لمن دم المعاویہؓ“ کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھ کر اہل سنت کے عقائد کی ترجمانی کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان تصنیفات کی افادیت ان کے ناموں سے عیاں ہے۔

حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ نے عام فہم اسلوب میں نہایت سلیس اور آسان اردو میں ”حضرت معاویہؓ“ نامی کتاب لکھ کر ۱۳۱۷ھ میں ادارہ دائرۃ الاصلاح لاہور کی طرف سے شائع کر کے مفت تقسیم کر دی۔ حضرت مولانا نامی کا بیہ علی کا زمانہ حضرات پیران عظام مثلاً حضورِ نبوتِ پاکؐ، حضرت بابا فرید گنج شکر اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید میں ہے۔ ان بزرگوں نے ہمیشہ دم معاویہؓ سے روکا اور آپ کے مراتب عالیہ کو بیان فرمایا۔ اب اس موضوع پر بعض عرب مؤلفین کی کتب کے تراجم بھی شائع ہوئے ہیں۔ مگر ان میں ایک کمی یہ ہے کہ ان کے مؤلفین، مستشرقین یورپ سے غایت درجہ متاثر ہونے کی وجہ سے بعض نامناسب باتوں کو بھی خاص اہمیت دے رہے ہیں۔ مولانا نامی کی تصنیف کے بعد مولانا مفتی احمد یار خاں یعنی نے ”امیر معاویہؓ“

پر ایک نظر لکھ کر ارباب علم سے خراج تحسین وصول کیا ہے۔ قروری ۱۹۶۱ء
 میں ماہنامہ ”دعوت“ لاہور نے ”امیر المومنین معاویہؓ“ شائع کیا تھا۔ جو نہایت ہی
 گرافقدار مضامین کا مجموعہ ہے۔ حضرت نامی کی کتاب سچ

بہر گئے رازنگ و لوٹے دیگر است

کے مصداق اپنے رنگ میں منفرد ہے۔ اس میں تقریباً ہر اس اعتراض کا جواب
 دیا گیا ہے جنہیں بعض متعصب اور ہٹ دھرم دشمنان اسلام نے اپنا بیٹھوہ بنا لیا
 ہوا ہے۔ اس لئے اس نادر اور لایاب کتاب کو حافظ نور محمد انور مکتبہ الفاروق
 لاہور نے برائے تبلیغ و حصول ثواب دوبارہ شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے
 (جواہر احمد) خداوند کو ہم حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کو اجر عظیم سے نوازے اور مسلمانوں
 کو اس سے مستفید و مستفیض ہونے کا شرف بخشے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین آباد

حضرت مولانا غلام دستگیر نامی منعقد روزگار بزرگ تھے۔ آپ کی تمام زندگی
 تبلیغ و اشاعت دین میں گوری۔ تقریباً پچاس برس انہوں نے محض اللہ کے لئے
 عقائد اہل سنت کے مطابق صحابہ کیا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام اور ان
 کے فضائل کو بذریعہ نظم و نثر بیان کیا۔ اس موضوع پر تقریباً ایک سو کے قریب
 رسالے اور کتابیں لکھ کر ادارہ دائرۃ الاصلاح لاہور کی طرف سے شائع کئے
 تقسیم ادارہ دائرۃ الاصلاح لاہور مولانا نامی مرحوم نے بعض احباب کی اعانت
 سے ۱۹۱۲ء میں قائم کیا تھا۔ جس کے اغراض و مقاصد اصلاح معاشرہ اور فضائل
 کمالات صحابہؓ کے موضوع پر لکھیں شائع کرنا ہے۔

مولانا مرحوم دین کی تبلیغ اور علم و ادب کی قابل قدر خدمات ادا کرنے کے
 بعد مورتحہ ۱۴ دسمبر ۱۹۵۱ء مطابق ۲۸ رجب ۱۳۷۰ء کو واصل بحق ہوئے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ علم
 ثبت است بر حیدۃ عالم دوام
 مولانا مرحوم کی وفات پر میں نے ایک طویل قطعہ تاریخ وصال لکھا جس
 کا پہلا اور آخری شعر یہ ہے۔

واصل حق حضرت نامی ہوئے : رنج سے ہر دل بنا دارِ محن
 پوچھی جب تاریخِ رحلت اے قدا : بولا ہاتھ نامی شیریں سخن
 حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے یہ تاریخ لکھی۔ ع

۱۳۸۰ھ

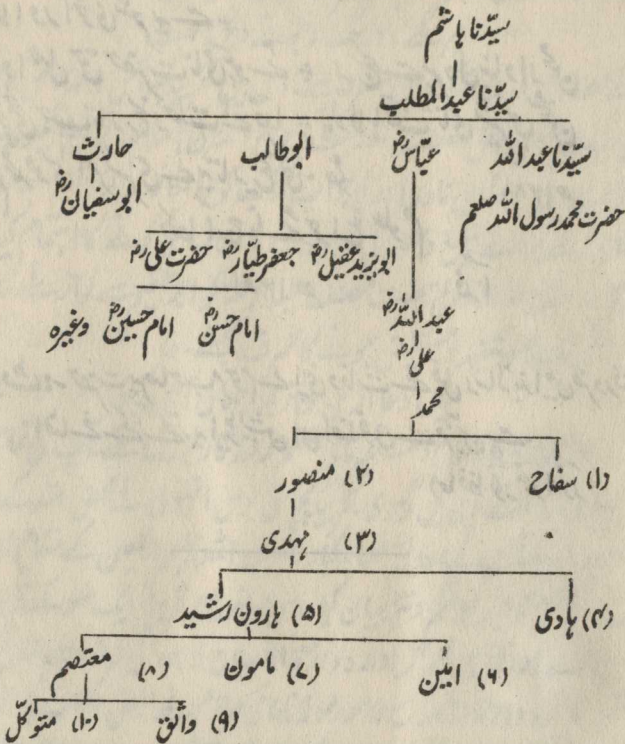
بجھا آج ہائے چراغِ علوم
 فدا

۱۳۸۱ھ

نوٹ :- حضرت پیر صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے قبل رسالہ ہذا میں ضروری
 اضافے کئے تھے۔ یہ ایڈیشن ان اضافوں سے مزین ہے۔
 (حافظ نور محمد انور)

شجرہ خاندان امیر المومنین

شاخ ہاشمی عبد مناف بن قصی



نوٹ :- نمبر ظاہر کرتے ہیں کہ کس ترتیب سے خلیفہ (حکمران) ہوئے۔

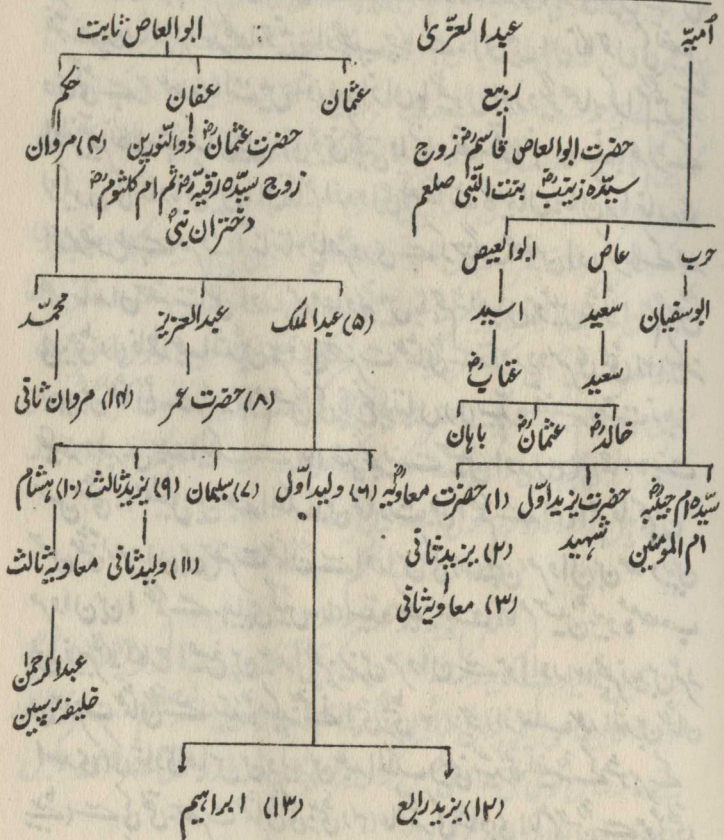
یہ شجرے ابن قتیبہ دینوری کی کتاب المعارف اور شعبی مؤرخ علامہ شوشتری کی کتاب "محاسن المومنین" کے مطالعہ سے مرتب کئے گئے ہیں۔

(نامی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

شاخ بنو امیہ

عبد الشمس



دونوں خاندانوں میں رشتہ داریاں

شیعی جتہد لاہوری کا فتویٰ رسالہ النظر میں موجود ہے کہ شیعہ عورت کا نکاح مستحق مرد سے ناجائز ہے اور اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد ولد الزنا ہوگی۔ میں نے اس فتویٰ پر رسالہ شہر و شکر لکھا جو تین بار چھپ چکا ہے۔ اس میں ان نکاحوں کی تفصیل دی گئی ہے جو عہد رسالت میں اور بعد ازاں ہاشمیوں اور دیگر صحابہ کرامؓ میں ہوئے اور نتیجہ نکالا ہے کہ ان میں باہمی دینی یکجہتی و اتحاد تھا۔ تو انہوں نے باہم لڑکے لڑکیوں کی شادیاں کیں۔ ان تمام ازدواجی تعلقات کا یہاں بیان کرنا خارج از موضوع ہے۔ صرف اتنا بتادینا ضروری ہے کہ جنگ صفین اور کربلا کے بعد بھی خاندان حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں باہم شادیاں ہوئیں مثلاً امام حسینؓ کی بیٹی (۱) فاطمہ عبد اللہ بن عمرو بن حضرت عثمانؓ سے اور دوسری بیٹی (۲) سیکندہ زید بن عثمانؓ سے اور امام حسنؓ کی پانچ پوتیاں (۱) سیدہ نفیسہ بنت زید، خلیفہ ولید بن عبد الملک سے (۲) خدیجہ بنت حسین اور (۳) حمادہ بنت حسن مثنیٰ، اسمعیل بن عبد الملک بن عمارت بن الحکم سے (۴) ام قاسم بن حسن مثنیٰ، مردان بن حضرت عثمانؓ سے اور اس کی (۵) بہن، مروان بن معاویہ بن مروان بن الحکم سے۔ بیابہی گئیں۔ (۱) سیدہ سیکندہ بنت امام حسینؓ بیوہ مصعب بن زبیرؓ کا نکاح اصبع بن عبد العزیز بن مروان سے ہوا اور (۲) پھر زید بن عمرو بن حضرت عثمانؓ سے۔ سیدہ سیکندہؓ نے اپنی بیٹی (۳) زیحہؓ از صلب عبد اللہ بن عثمانؓ اسدی، کی شادی عباس بن ولید بن عبد الملک (یعنی سیدہ نفیسہؓ کے شوہر کے بیٹے) سے کی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی بیٹی (۴) عائشہؓ کی شادی امام حسنؓ سے ہوئی تھی اور اسی نام کی پڑوتی (۵) عائشہ بنت عمر بن عاصم، امام زین العابدینؓ کے پوتے

اسحق بن عبد اللہ از قطعہ کے ساتھ بیاہی جا کر یحییٰ کی والدہ بنیں۔ امام زین العابدین کے پوتے (۶) حسن بن حسین کا بیاہ امیہ کی نسل کے ایک شخص مروان بن عتسہ کی بیٹی خلیفہ سے ہوا اور محمد و عبد اللہ فرزند پیدا ہوئے۔ (۷) یزید بن حضرت معاویہ کے پوتے عبد اللہ بن خالد کی شادی امام عباس بن حضرت علیؓ کی پوتی نفیسہ بنت عبد اللہ سے ہوئی جس سے علیؓ اور عباس متولد ہوئے۔ سیدہ نفیسہ کے فرزند جرات مند علیؓ (یزید کے پڑوتے) نے ۱۹۵ء میں سرزمین دمشق پر دعویٰ خلافت کیا اور کہا کہ میں شیخان (حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ) کا بیٹا ہوں۔ (تاریخ ملک عراق مطبوعہ فیروز ستر ص ۹۸ و دروس تاریخ جلد ۴ ص ۳۹)۔

کاش یہ رشتہ ہیزم کشان تاریخ ساز و دشمنی مسلمانوں کی ہدایت کا موجب ہوں مسلمانوں کو جان لینا چاہیے کہ حضور صلعم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا تھا اور حضرت علیؓ ان کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے یقیناً ان دونوں حضرات علیہما السلام کے نزدیک حضرت معاویہؓ کی بہت بڑی وقعت تھی مگر شیعوں کے لاہوری مجتہد نبیؓ و علیؓ کے مسلک کے خلاف ان کے کفر کا فتوے صادر کرتے ہیں اور خدا و رسولؐ سے نہیں ڈرتے۔

نے فر دعت محکم آمد نے اصول

شرم باید از خداوند و رسول! ہمیں اُمید ہے کہ یہ رسالہ تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر پڑھا جائے گا اور مسلمان اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم سب نور علی نور تھے اور ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ ان برگزیدگان خدا و رسولؐ سے بعض رکھیں اور اپنے ایمان کو ضائع کریں۔

جو زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے رہے۔
 جب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض رکھنے والوں کو اور کسی ڈھب سے اظہار دشمنی
 اور عیب جوئی کی گنجائش نظر نہیں آتی تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ صاحب وہ ہیں جن کے
 باپ نے جن کی ماں نے یا خود انہوں نے فلاں وقت میں اسلام قبول کرنے سے پیشتر
 اسلام یا پائی اسلام کی یا فلاں صحابی کی مخالفت کی تھی اور اس طرح جاہلوں کو بہکانے
 میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ مشرف یا اسلام ہوتے
 ہی پیشتر کے سب گناہ کا ن لم یکن زنا بود ہو جاتے ہیں اور ان کے متعلق کوئی باز پرس
 نہ ہوگی مسلمان ہو کر کبیرہ گناہوں کا از نکاب بھی خارج از اسلام نہیں کرتا خدا غفور الرحیم
 ہے سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے معاصی معاف کر دیتا ہے۔ ہاں شرک کو معاف
 نہیں کرتا۔

جب رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ شروع کی تو قریش نے رہائش گاہ چھوڑ
 کر گزیدہ اصحاب رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے خاطر فوراً الیک نہیں کہا بلکہ
 جب تک انہوں نے اس کی حقانیت کو یقین نہ حاصل کیا تبھی آپ ﷺ کو پتہ چلا کہ یہ سب
 کو نہیں چھوڑا چنانچہ مفصلہ ذیل مثالیں اس دعویٰ کے اثبات میں پیش کی جاسکتی ہیں۔
 (۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مطلب۔ بدر میں مشرکین مکہ کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے
 آئے تھے۔ گرفتار ہوئے اور فدیہ ادا کرنے پر ہمارے گئے بعد میں اسلام قبول کیا
 آپ کی فضیلت کے سب مسلمان قابل ہیں اب تک ہر خطبہ میں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کا نام پڑھا
 جاتا ہے ۱۲۰ ہجری جب ۳۲ھ کو وفات پائی حضور علیہ السلام نے آپ کو سقاییت اور زمزم
 کی خدمت پیر کی تھی اور انصار پر ان کو سر دار بنا دیا تھا چنانچہ وہ اس عہد پر بنا وفات
 قائم رہے۔ مجالس المؤمنین صفحہ ۸۶ میں ملا شوشتری لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی

اُمّ کلثوم کا عرس نکاح حضرت عباسؓ ہی کو دیکل بنا کر کیا تھا گو ناروق اعظم معاذ اللہ
ظاہر الاسلام مناقق تھے مگر قنہ کی آگ فرد کرنے کیلئے یہ عقد کر دیا۔ یہ اسد اللہ الغالب
پر کس قدر سخت بُردی کا اتہام ہے۔

(۲) ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب حضورؐ کے چچا زاد اور دودھ شریک
بھائی تھے۔ قریباً بیس برس تک حضورؐ کے مخالف اور جو میں متواتر شعر کہتے رہے
فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ پھر بارہ برس نبیؐ و اسلام کے جان نثار خادم رہے حضورؐ
نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ ابوسفیان تو جو اتان جنت کا سردار ہے۔

(۳) حضرت نوفل بن عبدالمطلب ابوسفیان بن حارث بھی بدر کے دن قید ہو کر
مسلمانوں کو فدیہ دینے پر رہا ہوئے تھے پھر غزوہ خندق کے دوران میں اسلام
لا کر مدینہ آئے تھے۔ مجالس المؤمنین شیعہ میں مذکور ہے (ص ۲) کہ نوفل حضرت عمرؓ
کی خلافت کے تیسرے سال مدینہ میں فوت ہوئے۔ اور فاروق اعظمؓ پیادہ ان
کے جنازہ کے پیچھے چلتے تھے۔ رہے کیوں نہیں لکھا کہ عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۴) ابو بکرؓ حضرت عقیل بن ابی طالب حضرت علیؓ سے بیس برس بڑے تھے
یہ بھی حضرت عباسؓ اور نوفل کی طرح بدر میں گرفتار اور تادان ادا کرنے پر رہا ہوئے
چونکہ کفر کی حالت میں انہوں نے اپنے بھائی طالب کے ساتھ اپنے باپ ابی طالب
کے ترکہ پر قبضہ کر لیا تھا اس لئے حضرت علیؓ اور جعفرؓ اس کے وارث قرار نہ پائے
حضرت عقیلؓ نے اپنے بھائی علیؓ کو چھوڑ کر حضرت معاویہؓ کی جنبہ داری اور شرکت
کی تھی انہوں نے ایک قریبی مرد پر نہمت لگائی تھی جس کی وجہ سے حضرت عقیلؓ
بن خطاب نے انہیں شری سترائے تازیانہ دی تھی۔ حضرت معاویہؓ کے عہد خلا
میں شام ہی میں فوت ہوئے (حضرات شیعہ ان کی نسبت کیا فتوے دیتے ہیں۔
(۵) حضرت عمرؓ فاروق اعظمؓ مکہ میں تلوار لے کر حضور علیہ السلام کا سر قلم

کرنے کو نکلے تھے مگر اسلام لا کر ان کو حضور سے اس قدر محبت ہوئی کہ آپ کی وفات کے موقع پر بنگی تلوار لے کر نکلے اور کہا کہ جو کوئی کہے گا کہ آنحضرت نے وفات پائی اس کا سر کاٹ ڈالا جائے گا۔ پھر آپ نے اسلام کی جو خدمات کیں ان کا مخالفین اسلام تک کو اعتراف ہے۔

(۷) حضرت خالد بن ولیدؓ جب تک مسلمان نہ ہوئے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچاتے رہے چنانچہ جنگ احد اس کی شاہد ہے۔ پھر جب مسلمان ہوئے تو لات عزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھ سے گرایا۔ تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا اور مسیلمہ کذاب کو شکست دی۔ تمام عمر اسلام کے مخالفوں کی سرکوبی میں بسر کی۔ ان کے بدن میں کوئی جگہ نہ تھی جس میں تلوار یا نیزہ کا نشان نہ ہو۔ محض ۲۱ سالہ میں وفات پائی۔

(۸) حضرت ولید بن ولیدؓ حضرت خالدؓ کے بھائی ہیں اور یدر کی لڑائی میں بحالت کفر قید ہو گئے تھے اور ان کے بھائی خالد اور ہشام نے فدیہ دیکر ان کو چھڑایا تھا پھر یہ مسلمان ہو گئے۔ کسی نے ان سے کہا کہ تم نے فدیہ دیتے سے پہلے کیوں نہ اسلام قبول کیا کہا میں نے یہ اچھا نہ سمجھا کہ تم لوگ میری نسبت یہ خیال کرو کہ یہ گھبرا کر یا جان کے خوف سے مسلمان ہوا ہے پھر جب یہ مکہ پہنچے تو کافروں نے ان کو قید کر دیا تو حضور ان کے لئے دعائے قنوت میں مع ضعیف لوگوں کے دعا فرمایا کرتے تھے جس کی برکت سے یہ جلدی رہا ہو کر حاضر خدمت ہوئے مگر القضا میں یہ حضور کے ساتھ شریک تھے۔

(۹) حضرت عمر بن عاصؓ نجاشی شہ کے پاس مسلمان ہوا جردوں کے تعاقب میں گئے تھے مگر چند سال کے بعد جب مسلمان ہو گئے تو عثمان کے بادشاہ کے پاس دعائے اسلام بن کر گئے اور ہزاروں اشخاص کے مشرف باسلام ہونے کی خوشخبری

لیکر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور خلافت حضرت عمرؓ میں تمام مصر میں اسلام کا
سکہ بٹھا دیا۔ اُسی کی اشاعت میں نوے برس کی عمر پوری کی ۳۱ھ میں فوت ہو
کر جیل مقطم میں مدفون ہوئے۔

(۹) حضرت عروہ بن مسعودؓ حدیبیہ میں آنحضرت کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے
کے لئے قریش کے سفیر بن کر آئے پھر خود نجد مدینہ میں سفر کے بعد حاضر ہوئے
اور دعوت اسلام کی اجازت حاصل کر کے اپنی قوم کی طرف لوٹے اور ان
کو اسلام کی تبلیغ کی صیغ اٹھ کر اپنی کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر اذان دیتے لگے
جب اشہد ان لا الہ الا اللہ پہنچے تو ان کے قبیلہ بنی نضیف میں سے ایک شخص
نے تیر مارا جس سے یہ شہید ہو گئے۔ حضورؐ کو جب خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ عروہؓ
کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کا ذکر سورہ یسین میں ہے جس نے اپنی قوم کو خدا
کی طرف بلایا اور مقتول ہوا۔

(۱۰) حضرت ہبیل بن عمرؓ بدر کی لڑائی میں بحالت کفر قید ہوئے تھے۔ قریش
کے خطیب تھے حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تھی کہ ان
کے دانت توڑ دیئے جائیں تاکہ یہ حضورؐ کے خلاف برا خطبہ نہ پڑھ سکیں۔ مگر حضورؐ
نے فرمایا تھا کہ عمرؓ ان کو چھوڑ دو عنقریب یہ ایسی جگہ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھیں گے
کہ تم ان کی تعریف کرو گے۔

معابدہ حدیبیہ میں بہت پرستوں کی طرف سے کشتہ معاہدہ تھے۔ انہی نے
اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ جس سے
حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا تھا۔ پھر جب یہ مسلمان ہو گئے۔ تو بیت اللہ میں کھڑے
ہو کر اسلام کی صداقت اور دین آلہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر کی کہ
سینکڑوں دلوں میں سکینہ اور نور ایمان بھر دیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں جہاد

کا بھتیجا تھا ہاشم کی اولاد بنو ہاشم اور امیہ کی بنو امیہ کہلائے دونوں خاندان قریش
 کے درخشاں گویا تھے دونوں نے ابتدا میں اسلام و بانی اسلام علیہ السلام
 کی مخالفت میں مساوی حصہ لیا اور پھر مخالفت دین حقہ میں دونوں یکساں سیدہ
 سپر نظر آئے۔ شراقت و نجات دونوں میں مشترک تھی ہم کسی کو گھٹا بڑھا نہیں سکتے۔
 حضرت معاویہؓ کی والدہ ہند عقیہ کی بیٹی تھی۔ عقیہ امیہ کے بھائی ربیعہ کا بیٹا تھا
 پس حضرت معاویہؓ نجیب الطرفین تھے۔ غزوہ بدر میں جہاں بنو ہاشم میں سے عباس
 بن عبد المطلب عقیل بن ابوطالب اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب مسلمانوں
 کے خلاف لڑے وہاں حضرت معاویہؓ کے نانا ماموں اور والد بھی مخالف تھے
 خوش قسمتی سے بنو ہاشم تو اسیر ہوئے اور فدیہ ادا کرنے پر رہا کئے گئے مگر حضرت
 معاویہؓ کے خاندان کے اکثر لوگ مسلمانوں کی تلواروں کی نذر ہو گئے جب
 قریش شکست کھا کر مکہ واپس پہنچے اور ہند کو معلوم ہوا کہ اس کا باپ بچا اور
 بھائی مارے گئے ہیں تو اس کے دل کو صدمہ پہنچا قدرتی بات تھی اس لئے
 اس کے سینہ میں انتقام کی آگ شعلے مارنے لگی اور اس نے دل میں ٹھان
 لی کہ آئندہ حملہ میں وہ ضرور قریش کے لشکر کے ساتھ جائے گی اور اپنے عزیزوں
 کا بدلہ لے گی چنانچہ غزوہ احد میں وہ فوج کے ہمراہ آئی۔ مسلمانوں کو رسول
 کریم صلعم کی ہدایت پر کار بند نہ رہنے کی وجہ سے جیب فتح مکہ کے بعد شکست ہوئی
 تو یہ دلیر عورت فوراً اپنے چچا کے قاتل شیر خدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 نقش پرائی اور کلیجہ نکال کر چپا گئی اور اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا جب مکہ فتح ہوا تو ہند
 مسلمان ہو کر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بیعت کی حضور علیہ السلام
 نے انہیں معاف فرما دیا اور وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو گئیں اب کسی کا
 متہ نہیں کہ ان کے متہ آئے۔ جو ایسا کرے گا وہ متہ کی کھائے گا۔

ہند موصوف بڑی فصیح طبع اور عاقلہ تھیں۔ جب انہوں نے حضور کی بیعت کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب عورتوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے عورتو! تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور تہ چوری کرنا۔ اس وقت یہ بولیں کہ یا رسول اللہ! یوسفیان مجھ کو میرے خراج کے موافق نہیں دیتا ہے جس سے مجھے بڑی تنگی اٹھانی پڑتی ہے حضور نے فرمایا۔ اے عورتو! آئندہ تم زنا بھی نہ کرنا۔ انہوں نے فرمایا کیا یا رسول اللہ! کیا آزاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں۔ حضور نے فرمایا نہیں وہ زنا نہیں کرتیں۔ پھر حضور نے فرمایا آئندہ تم اولاد کو قتل نہ کرنا۔ پھر ہند بولیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہماری اولاد چھوڑی کون سی ہے۔ ہم نے تو چھوٹے چھوٹے سون کو پالا اور جب وہ بڑے ہوئے تو سب کو آپ نے جنگ بدر میں ایک سرے سے قتل کر دیا (دیکھو اکمال فی اسماء الرجال)

جب جنگ یرموک میں مسلمانوں کے قدم ڈمک گئے تو انہیں ہند نے دوسری عورتوں کو ساتھ لے کر خیموں کی چوبلوں سے مار مار کر اور غیرت دلانے والے کلمات کہہ کر پھر مستعد جنگ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست ہوئی۔ آپ حضرت عمر فاروق اعظم کے عہد میں اسی روز جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے والد ابو قحافہ عثمان بن عامر نے (سنہ ۱۱ھ میں) وفات پائی انتقال فرما گئیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے والد قریش کے رئیس تھے عام الفضل سے دس برس پہلے پیدا ہوئے تھے اس حساب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً دس سال بڑے تھے۔ شجاعت ان کا خاندانی جوہر تھا۔ جب تک اسلام نہ لائے مسلمانوں کے خلاف اور جب مشرف باسلام ہوئے ان کے ساتھ

داد مرانگی دیتے رہے۔ اُم جلیہ آپ کی صاحبزادی مسلمانوں کی ماں اور حضور علیہ السلام کی نہایت پاکباز اور ایمان دار زوجہ تھیں۔ آپ فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے جس سے حضور علیہ السلام کو بڑی مسرت ہوئی اور نہ صرف ان کے گناہوں کو معاف فرمایا بلکہ ان کی اس طرح عزت افزائی کی کہ جو شخص ابوسفیانؓ کے گھر پناہ لے گا اس کے لئے بھی معافی ہے۔ ابوسفیانؓ کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور ہر جگہ آپ کا ذکر عزت و حرمت سے ہونے لگا۔ پھر آپ حضور علیہ السلام کے داخلہ سے پہلے مکہ پہنچے اور اپنے بھائی بندوں کو مخاطب کر کے یوں تقریر کی۔

”اے میرے بھائیو! میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ ہمارے جھوٹے دین نے جو کچھ ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔ وہ ہمیں بخوبی معلوم ہے اس وقت جان کی سلامتی اور عاقبت کی بہتری اسی میں ہے کہ تم تبت پرستی چھوڑ دو اور ایک خدا کی پرستش اختیار کرو۔ اسلام کو خدا نے بڑی شان و شوکت بخشی ہے کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو شخص اس کے منہ آئے گا وہ اپنی جان اور ایمان کو غارت کرے گا میری طاقت اور شجاعت سے تم اچھی طرح واقف ہو کہ میں کس قدر جان جو کھوں میں ڈال کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتا رہا ہوں مگر اب اسلام کی حقانیت کا قائل ہو کر میں نے پُرانے عقائد سے توبہ کر لی ہے اور تم کو بھی یہی مشورہ دیتا ہوں کہ سلامتی اسلام قبول کر لے ہی میں ہے۔“ اس تقریر کا خوشگوار اثر پڑا اور سب اہل مکہ نے گردن اطاعت عم کر دی اور یہ مقدس شہر بغیر کسی قابل ذکر خونریزی کے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

اسلام لا کر ابوسفیانؓ بعد کی اسلامی جنگوں میں برابر شریک ہوتے رہے

چنانچہ غزوہ حنین میں بھی شامل تھے اور حضور علیہ السلام نے مالِ قیمت میں سے آپ کو سو اونت اور چالیس اوقیہ چاندی عنایت فرمائی تھی۔ طائف کی لڑائی میں آپ کی ایک آنکھ پھوٹ گئی اور جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی ایک پتھر کے صدمہ سے جاتی رہی اور آپ بالکل نابینا ہو گئے آخر شہر مدینہ میں بعمر ۹۰ سال ۳۲ میں ان کا انتقال ہوا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔ بد بخت ہیں وہ لوگ جو آپ کو بُرا کہتے ہیں جن کو خدا کے رسول علیہ السلام نے معاف فرمایا اور ہر طرح ان کی عزت افزائی کی ان کو بُرے الفاظ سے یاد کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں مگر جن لوگوں کے دل بغض و حسد کی آگ سے کوئلہ ہو گئے ہوں ان میں کسی خوبی کا عکس پڑ ہی نہیں سکتا۔ دیکھو ابو جہل کے سیاہ دل میں حضور علیہ السلام کی صداقت کا کچھ عکس نہ پڑا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے روشن ضمیر نے حضور کے حسن صداقت کو فوراً قبول کر لیا پس جو لوگ خود برے ہوں ان کو تمام جہان بُرا ہی نظر آتا ہے۔ قیمت کیا ہر ایک کو قسم ازل نے ہے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا دشمن کو دیا بغض خُند و ذلت و خواری ہے اور دے کے ہمیں نیک گماں نہ بڑھایا

حضرت معاویہؓ کے خاندان پر حضور علیہ السلام کی خطرات

بعض مصنفوں نے جو اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرتے ہیں مسلمانوں کے جلیل القدر خاندان بنو امیہ پر زبانِ طعن و تشنیع دراز کی ہے اور جو جو ان کو صلواتیں سُنانے ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اگر شیعہ نہیں تو سُنی بھی نہیں معجول ہیں۔ ترکیب ہیں یا یوں کہو کہ ان کا مذہب اس قسم کی مضمون نگاری ہے جو کُل جہدِ بدلتازید

کے ذیل میں اگر زنجبلی کا ذکر لے دیتے۔ ایسے معترض ہم سے سنیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اُمیہ پر جن کے پختہ ایمان کی آپ کو بوجہ نبی ہونے کے خبر تھی کس قدر مہربانیاں فرمائیں۔

حضرت ابوالعاص بن ربیع یہ امیہ کے بھائی عبدالعزیز کے پوتے تھے آپ کو رسول کریم کی دامادی کا فخر سب سے اول حاصل ہوا کیونکہ حضور نے اپنی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب کا نکاح آپ سے کیا تھا۔ یہ دو دفعہ بحالت کفر پکڑے گئے مگر دونوں دفعہ حضور علیہ السلام نے ان کو رہا کر دیا ایک دفعہ تو اس شرط پر کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیں گے۔ اور دوسری دفعہ فدہ وصول کر کے فدہ میں حضرت زینب نے ایک سونے کا ہار بھیجا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ نے دیا تھا یہ ہار دیکھ کر حضور صلعم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور مسلمانوں سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو بیٹی کو اس کی والدہ کی نشانی واپس کر جائے سب نے عرض کیا کہ حضور مالک و مختار ہیں جتنا چاہے وہ ہار واپس کر دیا گیا۔ (یہی مضمون ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب میں بھی ہے) حیات القلوب مجلسی جلد دوم ص ۳۹۱ باب در بیان جنگ بدر مطبوعہ نو لکھنؤ۔

یہ مہربانیاں دیکھ کر حضرت ابوالعاص مسلمان ہو گئے۔ آپ کو مشرکین بہت برا کہتے رہے کہ رسول خدا صلعم کی بیٹی کو طلاق دے دو اور سعد بن العاص کی دختر سے نکاح کر لو مگر آپ نے نہ مانا اس لئے حضور آپ سے بہت خوش تھے اور آپ سے اس قسم کی تیش کی کبھی توبت نہیں آئی جیسی کہ حضرت علی سے آئی تھی جبکہ انہوں نے ابو جہل کی بیٹی کو حضرت فاطمہؑ پر سوکن ڈالنے کی ٹھانی تھی اور زبان رسالت پناہ سے سنا تھا کہ اے علیؑ تم کو خبر نہیں کہ فاطمہؑ میرا

جو گوشہ ہے جس نے اسے ایذا دی اس نے مجھے دکھ دیا۔ (یہ ارشاد ملا باقر مجلسی کی کتاب جلاء الیعون میں بھی درج ہے۔ ص ۱۷۷ مطبوعہ ایران)

حضرت ابوسفیانؓ یہ بھی بنی امیہ میں سے تھے۔ ان کا حال پہلے گزر چکا ہے حضورؐ نے ان کو نجران کا عامل بنایا تھا۔ دیکھو حیات القلوب مجلسی ص ۱۷۷ طبع نوکستور لکھنؤ بار سوم جلد دوم ۱۳۳۲ھ۔

حضرت عثمانؓ ذو النورینؓ یہ بھی ابو العاص ثابت بن امیہ کے پوتے تھے۔ انہوں نے جتنی مسلمانوں کی جان و مال سے مدد کی ہے بہت کم صحابہؓ نے اتنی کی ہوگی حضورؐ صلعم نے بیعت رضوان ان کی خاطر لی اور ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا۔ اپنی دو بیٹیاں رقیہؓ و ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں دیں (ملاحظہ ہو حیات القلوب طبع لکھنؤ) اور فرمایا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں عثمانؓ کے عقد میں دیئے جاتا۔ آپؐ پر اس وقت جبکہ آپؐ نہایت کامیابی سے بارہ سال خلیفہ رہ چکے تھے باغیوں نے مدینہ پر حملہ کیا اور بیس دن سے زیادہ آپؐ کے گھر کو محصور رکھا اور دانہ پانی اندر نہ پہنچنے دیا آخر اسی سالہ لوڑھے خلیفہ کو تلاوت قرآن شریف میں مشغول پا کر ۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو نہایت سفاکی اور بے رحمی سے شہید کر ڈالا خونِ آئینہ

۱۔ لطیفہ شیعہ حضرات جب صحابہؓ پر اعتراض کرتے ہیں تو اکثر یہ حدیث بیان کر کے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فاطمہؓ حسنؓ و حسینؓ چونکہ اولادِ نبویؐ تھے اس لئے ان کو ایذا دینا نبی کریمؐ کو ایذا دینا ہے لیکن اس وقت ان کے دل کی کیفیت کیا ہوگی۔ جب ان کو یہ معلوم ہوگا کہ اس حدیث کے اول مخاطب حضرت امیرؓ تھے اور ان کے جس فعل سے حضورؐ کو ایذا پہنچی تھی وہ کیسا ہولناک تھا۔

فَیُکَفِّیْکُمْ اللّٰہُ بِرُکْرَہِہٖ اُورِ حَسْبُ وِعدہ خدا نے اس بی رحمی کا بدلہ لینے کے لئے
تلواریں اُنہیں سے نکالی اور مسلمانوں کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اُنکے تم کفار
کے سر کاٹتے تھے اب اپنے ہاتھ سے اپنی گردنیں مارو اور ناشکری کی سزا
پاؤ۔ چنانچہ ہم آئندہ بتائیں گے کہ مسلمان کس طرح باہم لڑ کر کٹ مرے۔
حضرت ام حبیبہ ام المؤمنینؓ یہ حضرت عثمانؓ کی بھوپھی صفیہ اور حضرت معاویہؓ
کے والد ابوسفیانؓ کی دختر بلند اختر تھیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کو اپنے
نکاح میں لے لیا مہر چار ہزار دینار حضور علیہ السلام کی طرف سے نجاشی نے
ادا کیا تھا۔ جس تخت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا گیا تھا وہ بی بی ام حبیبہؓ کے
گھر میں تھا حضرت ام حبیبہؓ کی قوتِ ایمانیہ اور محبتِ رسول پاکؐ کا کچھ اندازہ
اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب ایک دفعہ ان کے والد حضرت ابوسفیانؓ
وہ کفر کی حالت میں تھے۔ اپنی بیٹی یعنی ام حبیبہؓ سے ملنے آئے۔ حضرت ابوسفیانؓ
اس وقت حاکم مکہ تھے۔ حجرہ نبویؐ میں بستر مبارک حضور کا بچھا تھا حضرت ابوسفیانؓ
سیدھے ان کی طرف چلے تاکہ اس پر بیٹھیں حضرت ام حبیبہؓ نے یہ دیکھ کر فوراً
بستر لپیٹ دیا حضرت ابوسفیانؓ نے یہ افراتفتہ ہو کر کہا بیٹی میں بادشاہ ہوں کیا
اس کپڑے پر میں بیٹھ نہیں سکتا حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا۔ آپ بے شک میرے
باپ ہیں لیکن یہ پاک بستر نبی کریمؐ کا ہے۔ آپ کافر ہونے کی وجہ سے مجھ میں
اس لئے اس مبارک بستر پر نہیں بیٹھ سکتے جتنک کہ ایمان نہ لے آئیں سبحان اللہ
یہ لوگ ہیں جن کو گالیاں دینا تو اب سمجھا جاتا ہے باغی حضرت عثمانؓ کے محاصرہ
کے ایام میں ان سے بھی گستاخی سے پیش آئے تھے اور اپنی یدِ فطرتی کا ثبوت
دیا تھا آپ نے ۴۷ھ میں بعد حضرت معاویہؓ انتقال فرمایا۔

عثمان بن ابوالعاصؓ یہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے چچا تھے۔ ان کو حضرت رسول کریم صلعم نے طائف کا عامل مقرر کیا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کو عمان اور بحرین کا حاکم مقرر کر دیا۔ آپ تو پہنچ کر شہرک اندی سے لڑے اور اس کو قتل کیا۔ آپ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی تھی آپ نے حضرت معاویہؓ کی خلافت میں وفات پائی۔

حضرت عتاب بن اسیدؓ یہ حضرت ابوسفیانؓ کے چچا ابوالعبص کے پوتے تھے فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے جب حضور علیہ السلام خین کی طرف جانے لگے تو ان کو مکہ کا حاکم بنا دیا اور یہ اسی عہدوں پر برابر حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک وہاں کے حکمران رہے حتیٰ کہ دونوں نے ایک ہی وقت میں وفات پائی ان کے بیٹے عبد الرحمن قریش کے یعسوب کہلاتے ہیں۔ ریعسوب شہد کی مکھی کے سردار کو کہتے ہیں یہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھے اور وہیں کام آئے۔

حضرت خالد بن سعیدؓ حضرت ابوسفیانؓ کے چچا عاص کے پوتے ہیں یہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے حضور علیہ السلام نے ان کو یمن کا عامل مقرر فرمایا تھا یرموک کے جہاد میں شہید ہوئے۔

حضرت عثمان بن سعیدؓ کو رسول اللہ صلعم نے خیبر کا اور ان کے بھائی ابانؓ کو چند دستوں کا کمان افسر بنا کر بحرین کا عامل مقرر فرمایا ہوا تھا۔ یہ بات شوستری کی کتاب مجالس المؤمنین اور ملاباقر مجلسی کی تصنیفات سے

۱۔ حضرت عتاب بن اسید کے حاکم مکہ ہونے کا ذکر حیاة القلوب جلد دوم بار ۳ ص ۵۳۷ طبع لکھنؤ میں ہے۔

بھی ثابت ہے۔ بلکہ اصرافہ کیا ہے کہ عمر بن سعید تیمار خیر اور عربینہ کا عامل از جانب نبی صلعم تھے۔ ان کے بھائی عبیدہ کو حضرت زبیرؓ نے اور عاص کو حضرت علیؓ نے جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بنی امیہ میں سے نبی و اصحاب نبی صلعم کی تلواروں سے وہی لوگ زندہ بچے جن کی قسمت میں ایمان کی سعادت مقدر تھی اب ہماری یہ حیثیت نہیں کہ جن کو نبی صلعم نے جلیل القدر عہدوں پر ممتاز کیا ان کے حق میں بدظنی و بدگوئی سے کام لیکر چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق بنیں۔ جن اصحاب کو نبی علیہ السلام نے مسلمانوں کی قسمتوں کا والی مقرر فرمایا۔ (زیادہ تفصیل تحفہ شیعہ حصہ دوم مصنفہ نور بخش توکل ایم اے میں دیکھ لی جائے)

ہمارا — ان پر نکتہ چینی کرنا معاذ اللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر الزام لگانا ہے۔ بھائی جہنیں سرور کوئین نے عزت و حرمت نجش نہیں کیا حتیٰ حاصل ہے کہ ان کی جناب میں گستاخی سے پیش آؤ اور اپنا نامہ عمل سیاہ کرو۔

حضور نبی علیہ السلام نے بنی ہاشم کو کیوں عامل مقرر نہ فرمایا

ناظرین یہ دیکھ کر متعجب ہوں گے کہ حضور علیہ السلام نے کل ملک پر دخل و عمل بنی امیہ کو دیدیا تھا۔ چنانچہ حضور کے عاملوں کی فہرست گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے اب قدر ثناء یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بنو ہاشم بنو امیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریبی تھے تو آپ نے کیوں نہ قرابت کا لحاظ کر کے انہیں کو لوگوں کا فرماں روا بنایا؟

جواب :- اس کا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اسلام کی تبلیغ کرتے کے لئے

مبعوث ہوئے تھے جس کے ذریعہ اصولوں میں سے ایک اصول کل مومن اخوة
کی تلقین بھی تھا جس کی رُو سے قومی افتخار و غرور کے تمام دعاوی ملیا میٹ
ہو گئے اور تمام مسلمان بلا امتیاز نسل و رنگ بھائی بھائی بن گئے۔ اگر رسول
کریم صلعم تمام مسلمانوں کو ایک آنکھ سے نہ دیکھتے اور اپنے چچوں کی اولاد
کو معزز و عہدوں پر فائز فرمادیتے تو مسلمانوں میں طلب آزادی و مساوات
کی رُوح جو اسلام نے ان میں پیدا کی تھی مری جاتی اور وہ کبھی عراق و شام مصر
افریقہ، روم و ایران چین و مراکوہند و افغانستان کے فاتح نہ بنتے۔ قومی غرور
کو توڑنے ہی کے لئے حضورؐ نے اگر حضرت علیؑ کو تھوڑے عرصہ کے لئے یمن کا
عامل بنایا تو اس جگہ کی گورنری پر حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری کو
مامور فرمایا۔ اگر حضرت جعفرؑ کو جنگ موتہ میں فوج کی کمان عطا کی تو حضرت زید
بن حارثہ (اپنے آزاد کردہ غلام) کو اُن سے مقدم رکھا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب شام کو فوج بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو قریش پر اسامہؓ بن زیدؓ
کو افسر بنایا۔

بحمد اللہ آپ کے اس ارادہ کی تکمیل حضرت صدیق اکبرؑ کے ہاتھوں عمل
میں آئی اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر حضرت
اسامہؓ ہی کو سپہ سالاری دی اور خاندانی عجب و غرور کے تمام قصروں کو
منہدم فرمادیا۔ یہی مسلک حضرت فاروق اعظمؓ کا رہا۔ اور آپ نے بھی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبرؑ کی طرح بنو ہاشم کو کسی جگہ کا گورنر نہیں کیا
اور صاف فرمادیا کہ بنو ہاشم کو اگر اشرف بتوت کے ساتھ حکومت بھی مل گئی
تو وہ لوگوں کی گردلوں پر سوار ہو جائیں گے اور غرور قومی کی ہوا ان کے مانوں
میں بھر کر ان کے زوال کا باعث ہوگی (مگر ویسے بنو ہاشم سے ہمیشہ محبت اور

عزت سے پیش آتے رہے۔ ان کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں اور ان سے امورِ جہمات میں مشورہ لیتے رہے شاید ہی کوئی معاملہ ہوتا ہوگا کہ جس میں حضرت عباسؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کا دخل نہ ہو (نیز فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی قرابت داری یا دوستی کی وجہ سے کسی کو امیر یا حاکم بنایا حالانکہ میں اس سے بہتر مل سکتا تھا تو اس نے بیشک اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور سب مسلمانوں کی خیانت کی۔ نیز فرمایا کہ جو شخص عصبیت کی طرف بلائے اس کی گردن مار دو۔ یہی وہ پاک اصول تھے جن پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں نے دن رات جو کئی ترقی کی اور کسی کے جاہ و ختم اور شان و شوکت سے مرعوب نہ ہوئے اور بڑی بڑی پٹری غور ہستیوں کا خاتمہ کر دیا۔ مگر جو نبی ان اصولوں کی خلاف ورزی ہوئی مسلمان آپس میں دست گیر بیان ہو گئے اور اسلامی ترقی کو ناقابلِ تلافی صدمہ پہنچا۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزیدؓ بن ابوسفیانؓ کو ملک شام کی فتوحات کے بعد وہاں کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی انہیں برقرار رکھا۔ پھر جب ۸ھ میں وہ طاعون سے شہید ہو گئے۔ تو فاروق اعظمؓ نے ان کے بھائی حضرت معاویہؓ کو وہاں کا عامل مقرر فرمایا جہاں وہ بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے حکمران رہے جیسا کہ اپنے موقع پر ذکر ہوگا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے سترہ سال پہلے حضرت ابوسفیانؓ بن حرب کے گھر پیدا ہوئے۔ گورے رنگ لمبے قد کے خوبصورت آدمی تھے۔

۱۔ تاریخ پیدائش حسب تحریر عمر ابو النصر مورخ مصری ۳۷۷ھ ہے دیکھو معاویہ بن ابی سفیان اردو ترجمہ احمد پانی پتی ص ۳ طبع لاہور۔

(اور ابو عبد الرحمن ان کی کثیت تھی) اس حساب سے وہ حضرت علیؑ سے چھ سال چھوٹے تھے یہ حضرت جلال الدین سیوطی کے قول کے مطابق ہے مگر علامہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ کتاب المعارف میں سنہ ۱۸ھ میں آپ کی عمر باسٹھ برس بتاتے ہیں اس حساب سے وہ ہجرت سے بائیس برس پہلے پیدا اور حضرت علیؑ سے ایک برس چھوٹے ہوئے حمید بن وہب سے روایت ہے کہ ان کی والدہ ہند کو ایک مینی کاہن نے جس کی خبریں اکثر سچی ہوا کرتی تھیں بتایا تھا کہ تیرے گھر سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بادشاہ بنے گا۔ الغرض حضرت معاویہؓ خاندان امیہ کے مشہور گھرانے میں پیدا ہوئے اور باپ دادا کے مذہب پر رہے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا اور قریش کو اپنی پیروی کی دعوت دی تو حضرت معاویہؓ کے والد کو جو رئیس قریش تھے بہت ناگوار لگا کہ یہ چھوٹا ہو کر ہم پر حکومت کرنا چاہتا ہے چنانچہ انہوں نے مخالفت کی اور علانیہ مخالفت کی۔ ان کی بہن ام جہیل حمالۃ الحطب حضور علیہ السلام کے علاقائی چچا عبد العزیٰ ابو لہب کی بیوی تھی وہ بھی اپنے خاوند کی طرح اپنے بھتیجے کی سخت دشمن تھی چونکہ ان دونوں میاں بیوی کا کفر ابو جہل کی طرح کوٹنے والا نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان جیسے سیاہ دلوں سمیت ہلاک کر دیا مگر جن کی قسمت اچھی تھی اور جنہوں نے اسلام و مسلمین کی خدمت کرنی تھی ان کو باقی رکھا چنانچہ ابوسفیان اپنے پانچوں بیٹوں سمیت زندہ رہے اور اسلام کو اقصائے عالم تک پہنچانے کے لئے جو انہوں نے کوشش کی وہ ضرور عند اللہ مشکور ہوگی۔

حضرت معاویہؓ مشرف باسلام ہو کر یکے مسلمان بن گئے۔ ہم نے ان کی نسبت کہیں نہیں پڑھا کہ اسلام لانے سے پیشتر انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کبھی سرگرمی سے حصہ لیا ہو اگر لیا بھی ہوگا تو اسلام لاتے ہی ان کے تمام گناہ جھڑ گئے

اور وہ بالکل پاک و صاف ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے آپ کو اپنا کاتب بنالیا اور وحی و خطوط نویسی جیسا ذمہ داری کا کام ان کے سپرد فرمایا۔ پھر برابر نہایت سرگرمی سے اشاعت اسلام میں کوشاں رہے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے ان کی قابلیت پر نظر کر کے ان کو شام کی گورنری پر مامور فرمایا اور یہ عہدہ کے لئے بڑے موزوں ثابت ہوئے چنانچہ آپ نے بیس برس تک نہایت خوبی اور کامیابی سے اس کے فرائض کو سرانجام دیا۔ اس سے پہلے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے معاویہؓ کو مکہ کا حاکم مقرر فرمایا اس وقت ان کے والدین نے جو نصیحت کی وہ سننے کے لائق ہے۔

ماں کی نصیحت بیٹا اگرچہ سمجھ سآزاد آج تک کسی ماں نے نہیں جتنا مگر تجھ کو حضرت عمرؓ کی مرضی کے موافق کام کرنا لازم ہے خواہ ان کا حکم تجھے اچھا لگے یا برا۔

باپ کی نصیحت بیٹا یہ ہمارے بن قبول اسلام میں سبقت کرنے کی وجہ سے ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہم دیر لگانے کی وجہ سے پیچھے رہ کر ان کے محکوم بنے اب انہوں نے تجھ کو ایک بڑا کام سپرد کیا ہے تجھ کو کتنی ان کی خلاف رائے کام نہیں کرنا چاہیئے یہی اطاعت نہیں ایک دن ان کے مقام تک پہنچا دے گی۔

حضرت معاویہؓ اور احادیث نبوی علیہ السلام !

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ حضور علیہ السلام کے کاتب تھے۔ حدیث کی کتابوں میں آپ سے ایک سوتر لیٹھ حدیثیں مروی ہیں جن کو بعد میں ابن عمرؓ ابن زبیرؓ وغیرہ صحابہؓ اور حمید بن عبد الرحمنؓ وغیرہ تابعین نے روایت کیا ہے۔

آپ کی فضیلت میں بھی بہت سی حدیثیں مشہور ہیں۔ نرمذی نے احادیث حسن کی ذیل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہؓ کی نسبت فرمایا کہ اہل معاویہؓ کو

ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا کر دے جس شخص کی ہدایت کے لئے
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا مانگیں کیا اس کے ہدایت یابی میں بھی کوئی
 شک شبہ ہو سکتا ہے؟ نیز امام احمد نے اپنے مسند میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ الہی معاویہ کو کتاب حساب سکھا اور غذا سے بچا۔ اس حدیث
 کو پڑھ کر حضرت معاویہؓ کے مبغض مفرطہ اور حضرت علیؓ کے حب مفرطہ حجرہ زین
 بسیراء کے باشی خواجہ حسن نظامی دہلوی کے قلم سے بھی بے ساختہ نکل ہی گیا کہ یقین
 ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے موافق خدا تعالیٰ ان کو خدا
 سے نجات دے گا۔ مگر ساتھ ہی یہ ٹانک دیا کہ ”ان کی نجات اعمال کے سبب سے
 نہیں محض اس دعا کے طفیل ہوگی“ بہر حال نجات مقصود ہے خواہ کسی ذریعہ سے
 ہو مگر اُمت محمدیہ میں سے کون ہوگا جس کو اپنے اعمال حسنہ کے گھنڈ پر نجات
 کا اعتبار ہو بلکہ ہر مسلمان خدا کے فضل اور شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم پر ہی آسرا رکھتا ہے ہاں خواجہ صاحب موصوف کو اپنے نیک اعمال پر ناز ہو
 گا جیسی تو حضرت نبی کریم صلعم کے کاتب وحی پر زبان سب و شتم ادا کرتے نہیں
 شرماتے مگر وہ یاد رکھیں۔

کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند!

حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ مجھے خلافت کی اس وقت سے امید تھی جب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ ”یا معاویہ اذکرت ملکاً فاشحن
 یعنی اے معاویہؓ جب تو بادشاہ بنے تو لوگوں سے نیک سلوک کرنا۔ اس ارشاد
 مصطفوی کو حضرت معاویہؓ نے دل میں جگہ دی اور جن کے وہ بادشاہ ہوئے
 ان سے ایسے حسن سلوک سے پیش آئے کہ کل رعیت اور سپاہ کے لوگ آپ کے
 غلام اور جاثنار بن گئے اور حضرت علیؓ کو آرزو پیدا ہوئی کہ کاش مجھے بھی ایسے

جائز ملتے اور بے وفا شیعیان کو قہ سے سابقہ نہ پڑتا۔ جیسا کہ نہج البلاغہ میں ہے

حضرت معاویہ کا علم اور قابلیت

آپ اعلیٰ درجہ کے حلیم اور خلیق تھے آپ کا علم ضرب المثل ہو گیا تھا چنانچہ ابو بکر بن عاص نے ان کے علم پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ الفضل ما شہدت یہ الاعداء ہم ان کے اوصاف خواجہ حسن نظامی کے بزرید نامہ سے نقل کرتے ہیں۔

(۱) لوگ ان کے علم کی مثال دیا کرتے تھے کہ یہ تو ایسا بردبار ہے۔ جیسا معاویہ
(۲) کسی آدمی نے معاویہ سے کہا خدا کی قسم اے معاویہ ہم تم کو ذرا سی دیر
میں سیدھا کر دیں گے۔ معاویہ نے بہت نرمی سے پوچھا کس چیز سے سیدھا کرو
گے اُس شخص نے تیز ہو کر جواب دیا لکڑی سے مار مار کر معاویہ بو لے پھر تو
بیشک تجھ کو سیدھا کر دو گے۔

(۳) ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے جملہ ابن سحیم سے روایت کی ہے۔ وہ
کہتے ہیں کہ میں ایک دن معاویہ کے پاس گیا ان کی خلافت کے زمانہ میں تو
کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے گلے میں رسی بندھی ہوئی ہے اور ایک بچہ اس کو پھینک
رہا ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین آپ اس کو برداشت کر رہے ہیں وہ بو لے
خاموش میں نے رسول اللہ صلعہ سے سنا ہے فرمانے تھے جس کو خدا بچہ دے
تو اس کو چاہیئے کہ اس کی دل جوئی کرے۔

(۴) شعبی سے روایت ہے کہ ایک دن کوئی قریشی نوجوان معاویہ کے پاس گیا
اور گستاخانہ بات چیت کرنے لگا۔ معاویہ بو لے دیکھ بھائی میں تجھ کو بادشاہ
کے سامنے ایسی گفتگو کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ بادشاہ کا غصہ بچوں کا ساتہوا
ہے اور گرفت شیر کی سی۔

(۵) اہل عرب کا مقولہ تھا کہ ہمارے میں چار آدمی سب سے زیادہ عاقل و تدبیر ہیں اور چار سب سے زیادہ عادل و منصف۔ عقل و تدبیر میں۔ معاویہؓ، عمر بن العاصؓ وغیرہ ابن شعیبہؓ، زیاد بن ابی سفیان اور قوت مجھی و منصفی ہیں حضرت عمرؓ حضرت علی ابن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ۔

(۶) معاویہؓ نے ایک دن کہا اگر میرے اور خلقت کے درمیان ایک بال بھی باقی رہے گا تب بھی میں اس کے اور اپنے تعلق کو ٹوٹتے سے بچاؤں گا پوچھا گیا ایسی نازک حالت میں آپ کیونکر تعلقات کو قائم رکھ سکیں گے جواب دیا۔ اس طرح کہ جب خلقت بال کو کھینچے گی تاکہ تعلق ٹوٹ جائے تو میں بال میں ڈھیل دے دوں گا۔ اور جب خلقت بال میں ڈھیل دے گی اور میرے رشتہ سے دور ہو جانا چاہے گی تو میں بال کو کھینچ کر ان کے قریب ہو جاؤں گا۔

(۷) زیاد بن ابی سفیان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنے کسی ماتحت پر خراج کے معاملہ میں سختی کی اس نے معاویہؓ تک شکایت پہنچائی میں نے معاویہؓ کو لکھا کہ آپ اس معاملہ میں دخل نہ دیجئے گا ورنہ میرے انتظام میں خلل پڑے گا اور اس کا اثر آپ کی سلطنت پر بھی ہو گا کیونکہ میں آپ ہی کا اہلکار ہوں۔

معاویہؓ نے جواب دیا سیاست کا کام پو نہیں چلا کرتا ہے کہ ایک شخص سختی کرتا ہے اور دوسرا نرمی۔ اس طرح وزن برابر ہو جاتا ہے۔ اگر برابر نرمی ہو تو حکومت میں فرق پڑ جاتا ہے۔

(۸) حضرت ابن عباسؓ سے معاویہؓ کے اوصاف پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا ان کا علم غصہ کے لئے وبال جان تھا۔ ان کی سخاوت زبانوں کا قفل تھی۔ ان کو دلوں کا جوڑنا خوب آتا تھا۔ اور یہی وجہ ان کی حکومت کے استحکام کی تھی۔

(۹) ایک دن معاویہؓ نے عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ علیؓ کے مقابلہ میں میری کامیابی

کی چار وجوہات ہیں -

(۱) میں اپنے راز کو مخفی رکھتا تھا اور علیؑ سب باتیں لوگوں پر ظاہر کر دیتے تھے۔
(ب) میرے پاس فوج تھی اور علیؑ کے پاس نافرمان۔
(ج) جنگ جمل میں میں نے حصہ نہ لیا۔

(د) میں قریش میں مقبول تھا اور علیؑ سے لوگ ناراض تھے۔

(۱۱) معاویہؓ تحمل اور انتظار کی پالیسی میں بڑے مدبر اور موقع شناس تھے۔

(۱۲) حضرت عمرؓ جس کو کسی صوبہ کا گورنر مقرر فرماتے تھے تو ان سے سادگی سے زندگی بسر کرنے کا اقرار لے لیا کرتے تھے۔ جب آپ شام کی طرف تشریف لے گئے اور حضرت معاویہؓ کی شان و شوکت دیکھی تو ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ معاویہؓ خاموش کر بیچھے بیچھے چلنے لگے۔ عبدالرحمن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنینؓ اس پیدل کی طرف بھی توجہ فرمائیں حضرت عمرؓ نے فرمایا اے معاویہؓ تیرے دروازہ پر دربان اور پہرہ دار کیوں ہیں اور تو نے یہ شان و شوکت کیوں بنا رکھا ہے؟ فریادی لوگ میرے پاس کیوں آسکیں گے؟ آپ نے عرض کیا اس ملک میں دشمنوں کے جاسوس ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اگر یہ شان و شوکت کا اظہار نہ ہو تو اسلامی رعب ان کے دلوں سے اٹھ جائے اگر آجنگناہ اس کے خلاف حکم دیں گے تو میں فوراً اطاعت کروں گا اور ان لوازمات کو دور کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تیرا یہ بیان درست ہے تو تو بڑا عاقل جاگ ہے اور اگر غلط ہے تو تو بڑا فریبی ادیب ہے میں نہ اس سے منع کر سکتا ہوں نہ اس کا حکم دے سکتا ہوں۔

حضرت معاویہؓ اور اولاد ابوطالب کے تعلقات

فتح مکہ سے پیشتر حضرت معاویہؓ اور آل و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں جو دشمنی تھی وہ دین کے اختلاف کی وجہ سے تھی ورنہ فریقین ایک ہی داد کی اولاد تھے اور ان میں کوئی خاندانی مغائرت نہ تھی مگر جب دونوں کا مذہب ایک ہو گیا تو پھر دینی اختلاف کا سوال اٹھ گیا اور قومی اور ذاتی نفع و نقصان کا جھگڑا درمیان آنے لگا چنانچہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ابوسفیانؓ بن حرب نے بوجہ قرابت کے حضرت عباسؓ نے زبیرؓ کے ساتھ جو حضرت علیؓ کے پھوپھی زاد بھائی تھے حضرت علیؓ کو بیعت لینے کے لئے ابھارا مگر آپؐ نے نہایت دانائی سے کام لے کر ان کو جھاڑ بتائی اور اپنی خلافت کی تجویز کو قبل از وقت بتا دیا (دیکھو صفحہ ۲۰ منہج البلاغت) اور بالآخر سب بنو ہاشم اور بنو امیہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت کر لی حضرت عثمانؓ کے عہد میں جب تک ابن سبار بانی مذہب رفض کا فتنہ نہ اٹھا ہر دو خاندان کے افراد شیر و شکر رہے اور ہر ایک اپنی ہمت کے مطابق اسلام کی خدمت کرتا رہا مگر جب خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ نہایت بے رحمی سے حضرت علیؓ کے ہونے ہوئے مصری، کوئی اور بصری باغیوں کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے اور انہی باغیوں نے اپنی جان بچانے کے لئے حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ وغیرہ سے جو مکہ کو برائے حج تشریف لے گئے ہوئے تھے یہ جھوٹی بات بنا کر بیان کر دی کہ حضرت ذوالنور حضرت علیؓ کی سازش سے قتل ہوئے اور ایسا ہی دمشق میں جا کر حضرت معاویہؓ کو جا کر انیجھنہ کیا تو تعلقات میں کشیدگی واقع ہو گئی اور اس میں کسی کا قصور نہ تھا۔ دشمنان اسلام فرقہ سبائیر کے مفسدوں کی منصوبہ بازیوں نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا دیا۔ ان دشمنان دین نے خود ہی حضرت عثمانؓ کے باہرمت خون سے ہاتھ رنگے اور پھر سارا الزام حضرت علیؓ کے سر محفوظ کر دیا حالانکہ وہ اس سے بری تھے حضرت معاویہؓ حضرت عثمانؓ کی طرف سے تمام ملک شام کے والی تھے اور رشتہ میں بھی جو ان کو قرابت حاصل تھی وہ بھی حضرت علیؓ کو نہ تھی اس

لئے انہوں نے اس وقت تک بیعت کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ حضرت علیؓ حضرت ذوالنورینؓ کے قاتلوں کو سزا نہ دیں۔ حضرت علیؓ ایسے وقت میں جبکہ باغیوں کا زور تھا قاتلوں سے انتقام لینے میں جلدی کرنا خلاف مصلحت سمجھتے تھے اور طاقت اور وقت کا انتظار کرتے تھے۔ مگر حضرت معاویہؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اس تاخیر کو باغیوں کے ساتھ رعایت کے لئے جانے کا مترادف سمجھے اور بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھی کہ باہمی جدال و قتال تک نوبت پہنچ گئی اور جنگ جمل و جنگ صفین میں جو حضرت علیؓ کے آدمیوں اور کلمہ گوؤں کے درمیان واقع ہوئی اسی بڑا مسلمان خاک و خون میں نرپتے نظر آئے اور میں یہ کہوں گا کہ مسلمانوں کو حضرت عثمانؓ جیسے حلیم کامل الحیاء والایمان خلیفہ کی قدر نہ کرنے اور مفسدوں کے ہتھے چڑھنے کی سزا ملی اور ان کا شیرازہ قومی ایسا پراگندہ ہوا کہ قیامت تک پھر قائم نہ ہوگا۔

الفرض ان خانہ جنگیوں کے بعد جن کو بھائیوں میں سر بھٹول سے زیادہ ذقت نہیں دینی چاہیے صلح ہو گئی اور حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کو نصف مملکت اسلامی کا خود مختار بادشاہ تسلیم کر لیا اس فیصلہ سے حضرت علیؓ کے شیعوں میں سے ایک کثیر النقاد گروہ مخالف ہو گیا اور مخالفت میں یہاں تک بڑھا کہ آپ کو معاذ اللہ کافر بتانے لگا گیا اور اپنے دعوے کی دلیل یہ لایا کہ اگر حضرت علیؓ خلیفہ برحق تھے تو ان کو مخالفین سے دبا کر صلح نہ کرنی چاہیے تھی بلکہ فتح پاکر ان کا مال و اسباب لوٹتا اور ان کے زن و مرد کو لوٹدی غلام بنانا چاہیے تھا مگر چونکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان سے صلح کر لی اور اعلان کر دیا ”ہمارا اور ان کا ایک ہی

دین سے ایک ہی مقصد و مدد ملے اور ہم کو ان پر کوئی شرف و فضل حاصل نہیں
 جھگڑا فقط خون عثمان پر پیدا ہو گیا کوئی مذہبی جنگ نہ تھی، تو ثابت ہو گیا کہ
 حضرت علیؑ نے ہزار ہا مسلمانوں کو بے گناہ قتل کیا لہذا وہ کافر ہیں (معاذ اللہ) یہ
 گروہ بڑے دیوانے مسلمانوں کا تھا جو لا حکم الا للہ (حکم اللہ ہی کا ہے) کا نعرہ لگاتا
 پھرتا تھا اور اپنے ہم خیالوں کے سوا دوسرے سب مسلمانوں کو کافر جان کر نقصان
 پہنچانے لگ گیا تھا اس لئے حضرت علیؑ کو ان کے خلاف بھی لڑائی لڑنی پڑی اور
 جنگ نہروان میں ان کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا بلکہ قریباً نابود کر دیا مگر کوئی کسی کو
 تخم سوخت کیسے کر سکتا ہے۔ یہ فرقہ جو خارجی فرقہ کہلاتا ہے قائم رہا علانیہ لڑنے
 کی توان میں ہمت نہ رہی تھی اب انہوں نے خفیہ طور پر حضرت علیؑ - حضرت عباسؑ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص کو جو ان کی نظروں میں تمام مسلمانوں
 کی خونریزی کے ذمہ دار تھے قتل کرنے کی سازش کی اور تین اشخاص اس مہم کو
 سر انجام دینے کے لئے روانہ ہوئے باقی دو تو اپنے مقصد میں ناکام رہے مگر قاتل علیؑ
 کا مہماب ہو گیا۔

اس کا نام عبدالرحمن ابن ملجم تھا جب حضرت علیؑ کے خون کے فصوص میں
 (خلاصہ وصیت شیر خدا) ان کے وارثوں نے حضرت امام حسنؑ کے منع کرنے
 کے باوجود اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور آنکھیں بھی پھوڑ ڈالیں تو اس ظالم
 صابر نے آف نک نہ کی مگر جب زبان کاٹنے لگے تو چلا چلا کر رونے لگا اور وجہ
 گریہ کی یہ بتائی کہ اب میری زبان مرنے سے پہلے ہی ذکرِ رحمن سے رک جائے گی۔
 اُف کیسا سنگدل آدمی تھا کہ حضرت علیؑ جیسے جلیل القدر انسان کو قتل کر دینا بھی
 کارِ ثواب سمجھتا تھا اور اپنے کئے پر مطلق پشیمان نہ تھا۔

ہمارا مطلب اس بیان سے یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے اپنے شیعہ ہی جن پر

اعتبار کرنے میں آپ کو دھوکا ہوا آپ کے وفادار نہ تھے اور وہی آپ کی ناکامیوں کا باعث ہوئے چنانچہ منہج البلاغت میں کئی جگہ ان کی بے وفائی کا رونا رویا گیا ہے اور حضرت معاویہ کی رعیت اور سپاہ کی تعریف کی گئی ہے چنانچہ صفحہ ۱۳۱ پر مرقوم ہے کہ خدا کی قسم تمہارے (یعنی شیعانِ کوفہ کے) افعال سے بیزار ہو کر میں اس بات کو درست رکھتا ہوں کہ معاویہ اس طریقہ سے تمہارا معاوضہ کر لے کہ دینار دیا پانچ روپے کے عوض دسہم (۱۴ آنہ) مجھے میسر ہو اور دس نفر تم میں سے لے لے اور فقط ایک مرد دشنامی میرے حوالے کر دے۔

رسول خدا صلعم کی حدیث صحیحین میں مروی ہے کہ تمہارے بہتر حاکم وہ ہیں تم ان سے محبت رکھو اور وہ تم سے محبت رکھیں تم ان کے لئے دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ اور تمہارے بدتر حاکم وہ ہیں کہ تم ان سے بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں۔ اور تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔

اس حدیث کی روشنی سے اور حضرت علیؓ کے اقوال سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہؓ بہترین حاکموں میں سے تھے حضرت علیؓ کے شیعے بڑے بے وفاتھے ان کی شامیوں کے مقابلہ میں وہی نسبت تھی جو چونی کو دینار سے ہوتی ہے یعنی ۱۴ روپے اگر حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں اپنے حق کو قائم نہ کر سکے تو اس میں قابل الزام شیعہ ہیں نہ کہ شامی۔ یہیں شیعہ بھائیوں پر بڑا افسوس ہے کہ وہ مونچھوں والے قصوردار کو تو نہیں پوچھتے اور داڑھی والے بے گناہ کو جا پکڑنے ہیں یہ حکمتِ علی ابن ابی سبّاہ کے وقت سے چلتی آتی ہے کہ خود ہی قتل کیا اور خود ہی مخبر بن کر دوسروں میں چلوادی۔

حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں جو چپقلش ہو گئی وہ محض خونِ عثمانؓ کے متعلق باہمی غلط فہمیوں کی وجہ سے تھی اور یہ غلط فہمیاں بھی سبائی فرقہ نے پھیلانی

تھیں اس سے کسی کے دین و ایمان پر حرف نہیں آتا چنانچہ خود حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

”ہماری اس لڑائی کی ابتدا جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی کیا تھی؟ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔ دعوت اسلام ایک ہے۔ جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں ویسے ہم بھی (ہم خدا پر ایمان لانے اس کے رسول کی تصدیق کرنے میں ان پر کسی افضلیت کے خواہاں نہیں۔ نہ وہ ہم پر فضل و زیادتی کے طلب گار ہیں۔ ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں مگر وہ ابتداء یہ ہوئی کہ خون عثمانؓ میں اختلاف پیدا ہو گیا حالانکہ ہم اس سے بری تھے“ (منہج البلاغت صفحہ ۷۷۷)

کیسے افسوس کی بات ہے کہ حضرت علیؓ جن کو اپنے جیسا ایماندار بتائیں آج حضرت علیؓ کے برائے نام شیعے انہی کو خارج از ایمان ٹھہرائیں کیا اس سے وہ حضرت علیؓ کے ایمان پر حملہ نہیں کرتے؟

ایک دفعہ ایک عیسائی بادشاہ نے حضرت علیؓ کے ملک پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا حضرت معاویہؓ نے کہلا بھیجا کہ

”دخبردار ہمارا باہمی جھگڑا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اگر تم نے علیؓ کی طرف رخ کیا تو پہلا شخص جو ان کی طرف سے تیرے خلاف میدانِ قتال میں اترے گا وہ معاویہؓ ہو گا“

اس سے ثابت ہوا کہ گوان کے باہمی تعلقات کشیدہ ہو گئے تھے مگر وہ کبھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ کوئی نامسلم ان کی نا اتفاقی سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچائے اب ہم میں بعض لوگ کہلاتے تو مومن ہیں مگر جہاں موقع ملتا ہے مسلمانوں کے خلاف سازش میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اور زبانِ طعن حضرت معاویہؓ پر

درا کر تے نہیں شرماتے ۛ

خدا کی نشان نو دیکھو کہ چٹھری گنجی ۛ بروئے بلب لبتاں کرے نواسخی
 حضرت علیؑ نے مملکت اسلامیہ میں حضرت معاویہؓ کو شریک کر کے صلح کر لی
 اور پھر کسی قسم کی شکمہ رنجی وقوع میں نہیں آئی بلکہ آپؓ نے حضرت معاویہؓ کے
 بھائی زیاد کو فارس کا گورنر مقرر کر دیا۔ حضرت علیؑ کے سگے بھائی عقیلؓ بھی حضرت
 معاویہؓ کے پاس رہے تھے اور ان کے پاس ہی بڑے آرام سے زندگی بسر کر
 کے فوت ہوئے (دیکھو مجالس المؤمنین) جب حضرت علیؑ فوت ہو گئے تو حضرت
 حسنؓ اپنے والد بزرگوار کی جگہ جانشین ہوئے اور جب دیکھا کہ بموجب ارشاد
 نبوی خلافت راشدہ کے تیس سال پورے ہو گئے اور اب بادشاہت کا
 دور شروع ہوا تو آپؓ نے ربیع الاول ۴۰ھ کو حضرت معاویہؓ سے معقول و طیفہ
 لے کر صلح کر لی اور یہ صلح مسلمانوں کو خوزیری سے بچانے کے لئے کی نہ کہ دب کر اگر
 آپؓ چاہتے تو حضرت معاویہؓ سے لڑ سکتے تھے آپؓ کے پاس چالیس ہزار فوج
 لڑنے مرنے کو تیار تھی مگر آپؓ نے الصلح خیر پر عمل کیا اور مسلمانوں کو قتل و قتل سے
 بچا لیا۔ فخرۃ الشہداء حسنؓ الجوادؑ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی کہ ”میرا
 یہ فرزند (امام حسنؑ) مسلمانوں کے دو بزرگ گروہوں میں صلح کر ا دے گا نصف
 سلطنت حضرت علیؑ نے حضرت معاویہؓ کو دے دی تھی اور باقی نصف بھی
 حضرت امام حسنؑ نے آپؓ کے سپرد کر دی اور خود کو فیان بے وفاسے پیچھا چھڑا کر پھر مدینہ منورہ
 میں وہاں سے نکل کر حضرت علیؑ نے تمام عمر چین نہ پایا تھا تشریف لے آئے
 اور عمر کے باقی نو سال بڑے آرام و اطمینان سے بسر کئے حضرت معاویہؓ لاکھوں
 روپے سالانہ بھیج دیتے تھے اور آپؓ دل کھول کر خرچ کرتے تھے جب حضرت
 حسنؑ صفر ۴۵ھ میں فوت ہو گئے تو حضرت معاویہؓ امام حسینؑ کی بھی بد سنواند کرتے

رہے کبھی خصوصیت کا موقع پیش نہ آیا حتیٰ کہ ۲۲ رجب ۳۳۵ھ کو بمقام دمشق حضرت معاویہ کا انتقال ہو گیا اور پھر سابقہ ان کے جانشین یزید سے آپڑا جو ایک علیحدہ بحث ہے۔ بہر حال یہاں تک حضرت معاویہ اور اولاد ابوطالب کا تعلق ہے ان میں اسلام لانے کے بعد سوائے ایک جنگ صفین کے اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور ان کے تعلقات ہمیشہ برادرانہ رہے ابوطالب کی اولاد نے معلوم کر لیا تھا۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کا قول نقل ہو چکا ہے کہ بنو عبد شمس بڑے صاحب تدبیر اور عالی رائے ہیں اس لئے حکومت کا بار جو انہوں نے پانچ چھ سال بمشکل اٹھایا اور کچھ آرام نہ پایا نہایت دیر پادلی اور قدر شناسی سے حضرت معاویہؓ کی گردن پر رکھ دیا۔

آسمان بار امانت تو انست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

اور یہ بلوچ جس قابلیت سے انہوں نے اٹھایا تاریخ گواہ ہے۔ حضرت معاویہؓ کے بسنت سالہ ولایت اور بست سالہ عہد خلافت میں ان کی سلطنت میں کوئی فتنہ نہیں اٹھا اور تمام مخالف مغلوب رہے بلکہ اسلامی سلطنت میں سبستان سودان اور برقہ کا اضافہ ہوا

فالحمد للہ علی ذالک

ابو خالد یزید کی ولیمہ

یزید ۳۵ھ میں پیدا ہوا۔ بڑا خوب رو۔ نوجوان تھا جب وہ ۲۵ سال کا ہوا تو اس کے والد حضرت معاویہؓ نے اس کو حضرت ابوالیوب انصاری (رسول اللہ صلعم کے مشہور اصحاب) کی معیت میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے سالار فوج بنا کر بھیجا اور وہ اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا جو حضور علیہ السلام

کی اس حدیث سے ثابت ہے۔ (اول الحبش الغزو القسطنطینیہ مغفور لہم) (صحیح بخاری)
 یعنی وہ لشکر بخشا بخشایا ہے جو سب سے پہلے قسطنطینیہ پہنچ کر جنگ کرے گا۔
 بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ یزید نے محض اس حدیث کو مد نظر رکھ کر قسطنطینیہ پر
 جڑھائی کی تھی۔ دوران محاصرہ میں حضرت ابوالیوب انصاریؓ فوت ہو گئے اور
 وہیں دفن کئے گئے مخالف بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ تم نے بے خوف ہو کر اتنے بڑے
 آدمی کو میرے شہر کے سامنے دفن کر دیا ہے جب تم چلے جاؤ گے تو میں لاش نکال
 کر کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔ یزید نے جواب دیا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ
 بزرگ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جلیل القدر صحابہؓ میں سے
 ہیں۔ اگر تم نے ذرا بھی ان کے مزار کی بے حرمتی کی تو یاد رکھو کہ ہم اپنی وسیع سلطنت کے
 سب عیسائی باشندوں کو قتل کر دیں گے اور ہر گرجا کو بنج و بن سے اکھاڑ پھینکیں
 گے۔ یہ تہدید ہی پیغام سن کر عیسائی بادشاہ کانپ گیا اور نہایت حاجت سے
 کہلا بھیجا کہ میں اس بزرگ کے مزار کی عزت و حرمت کروں گا۔ اور اس کی حفاظت
 کے لئے اس پر گنبد بنوادوں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا (یزید نامہ) اب تک
 قسطنطینیہ میں اس مزار پر سلاطین کے سر عقیدت خم ہوتے ہیں اور کوئی ترک سلطان
 تخت نشین نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضرت ابوالیوبؓ کی درگاہ میں حاضر ہو کر
 شاہی تلوار جمائل نہ کرے۔

”یزید میں ہر طرح مہمات سلطنت کو سر انجام دینے کی قابلیت ملاحظہ
 کر کے اپنے مشیروں کے مشورہ سے حضرت معاویہؓ نے اس کو
 اپنا ولی عہد نامزد کر دیا اور دعا کی کہ یا اللہ میں یزید کو اس کی لیافت
 کی وجہ سے ولی عہد کرتا ہوں تو مجھ کو میری امید میں کامیاب کر اور
 میری مدد فرما اور اگر اس فعل پر میں محض بوجہ شفقت پدری مائل

ہوں اور وہ قابل خلافت نہ ہوں تو قبل اس کے کہ وہ تخت نشین ہو
اس کی جان قبض کر لے؟

یہ ولی عہدی بعض صحابہؓ کو ناگوار گزری کیونکہ یہ فعل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور
حضرت عمرؓ کے مسلک کے خلاف معلوم ہوا مگر تقدیر الہی یہی تھی کہ یزید مسلمانوں
کا والی امر ہوا لہٰذا کسی مخالف کی پیش نہ چلی اور وہ جب سلسلہ میں باپ کے
مرنے کے بعد خلیفہ ہو گیا۔

آہ یزید! تو ہر طرح جہانداری اور جانبانی کے لائق تھا مسلمان تھا۔
جہاد کرتا تھا۔ رعایا پر حدود شرعی نافذ کرتا تھا۔ کاش تیرے عہد میں واقعہ کربلا
واقع پذیر نہ ہوتا اور تیری تمام خوبیاں گاؤں خورد نہ ہوتیں۔

حضرت معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی گفتگو

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان چند لوگوں میں سے تھے جنہوں نے
حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کیا اور مدینہ منورہ
سے مکہ معظمہ تشریف لے آئے یزید کی زندگی میں انہوں نے اپنے لئے کسی
سے بیعت نہ لی۔ جب یزید مر گیا تو انہوں نے سلسلہ میں بیعت لے کر حجاز۔
يمن۔ عراق اور خراسان پر قبضہ کر لیا اور جب معاویہ بن زبید نے تخت چھوڑ دیا
تو اہل شام و مصر نے بھی ان کی بیعت کر لی۔ مگر مروان بن الحکم نے پھر شام و مصر
پر بنی امیہ کا تسلط قائم کر دیا اور اپنا ولی عہد اپنے بیٹے عبدالملک کو بنایا جس
نے سلسلہ میں ابن زبیر پر فتح پائی اور پھر اموی خاندان کے اقبال کا ستارہ چمک
اٹھا یہی عبداللہ ایک دفعہ حضرت حسینؓ کے ہمراہ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے

حضرت معاویہؓ جانتے تھے کہ عبداللہ کے دل میں حکومت کی خواہش ہے آپ نے حضرت حسینؓ کو تخت پر جگہ دی اور فرمایا کہ ابن زبیرؓ کو ہمارے خاندان بنی عبد مناف سے بڑا حسد ہے حضرت عبداللہ نے اس کے جواب میں کہا کہ میرے والد حضرت زبیرؓ تمہارے والد ابوسفیانؓ سے افضل تھے کیونکہ انہوں نے ان سے پہلے اسلام قبول کیا اسی طرح میری والدہ اسماءؓ تمہاری ماں ہندہ سے فضیلت رکھتی ہیں کیونکہ انہوں نے وقت ہجرت اپنا کمر بند بچھاڑ کر رسول اللہ صلم کا اسباب باندھا اور غار میں کھانا بیچا پانی رہیں اور تمہاری ماں نے غزوہ احد میں حضرت حمزہؓ کا کلیجہ لال کو چھاڑا الامیرے نانا (صدیق اکبرؓ) رسول اللہ کے پار غار تھے اور تمہارے نانا سے بدر میں لڑنے آئے تھے۔ میری خالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور میرے والد کی بچھوٹی حضرت خدیجہؓ ازواج نبی علیہ السلام ہیں۔ اور تمہاری پھوپھی کا خطاب جمانۃ الخطب ہے جو تمہارے پھوپھا (الولہب) سمیت دوزخ کا ایندھن بنے گی۔ علاوہ ازیں میرا نام بھی تم سے اچھا ہے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت معاویہؓ اعلیٰ درجے کے حلیم اور خلق تھے یہ انہی کا حوصلہ تھا کہ شاہنشاہ وقت ہو کر اپنے بزرگوں کے متعلق ایسے کلمات سنیں اور درگزر کر جائیں ایک دفعہ ان کو ابن ابوبکرؓ، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ نے بیعت بزیبہ کے متعلق سخت جواب دئے تھے جن کو سن کر ان کے وفادار اہل شام بھڑک اٹھے تھے اور کہا تھا کہ اگر وہ بیعت نہ کریں گے تو ہم ان کی گردنیں اڑا دیں گے تو امیر معاویہؓ نے فرمایا تھا کہ ایسے کمر بہہ الفاظ قریش کی شان میں کہنے سخت گستاخی میں داخل ہیں اور مجھے سخت ناگوار ہیں خبردار پھر کبھی زبان سے ایسی بات نہ نکالنا میں اس کے سننے کا متمثل نہیں ہوں۔ خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ حضرت معاویہؓ نے جو حضرت عبداللہؓ کی فخریہ باتوں کا جواب دیا اسے سن کر بے اختیار حضرت معاویہؓ

کی فراست اور حاضر جوابی کی داد دینی پڑتی ہے۔ فرمایا اے ابن زبیرؓ! تیرے پاس نہ اب کچھ اقتدار ہے نہ پہلے تیرے بزرگوں کی وقعت تھی۔ تجھے یاد بھی ہے کہ فجار کے دن میرے دادا حرب بن امیہ سردار لشکر تھے اور تیرے باپ اور کنبہ والے ان کے معمولی سپاہی میرے دادا کے حکم کے سامنے ان کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور ان کو کسی بات میں ان کی اطاعت کے خلاف جنبش کرنے کی طاقت نہ تھی۔ یہ فخر ختم نہ ہوا تھا کہ ہمیں لوگوں میں خدا نے ایک اور فخر پیدا کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں پیدا ہوئے اور تیرے باپ اور خاندان نے حسب عادت ان کی غلامی کا طوق بھی اپنی گردن پر ڈال لیا میرے باپ کا طعنہ کیا دیتا ہے وہ گمراہی میں بھی قوم کا سردار رہا اور ایمان لانے کے بعد بھی اس کی سرداری قائم رہی۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس کے گھر کو مان کا گھر قرار دیا تھا۔ یاد کرو کہ وہ میرے ہی باپ ابوسفیان کا گھر تھا۔ تیرے باپ کا نہیں۔ میری ماں ہند جاہلیت میں بھی ایسا دل رکھتی تھی جس میں مردوں کی طرح انتقام کا جوش تھا اور مسلمان ہو کر وہ صفات خیر کا مظہر بنی۔ اپنے نانا صدیق اکبرؓ کا فخر نہ کر ان کی صدیقیت نے میرے چچا زاد بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل عزت پائی ہے عبدالعزیزؓ (حضرت عبداللہ کے جدِ اعلا کا نام ہے) کے صدقے میں نہیں اور میرے نانا کی شریعتِ بدر کا حوالہ جنون نے دیا تو نے یہ بھی سوچا ہوتا کہ ہم اپنے بھائیوں کے سامنے گئے تھے انہوں نے ہم کو قتل کیا۔ ہم نے ان کو قتل کیا۔ ہم تیرے خاندان کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے۔ اور جنون نے عائشہؓ اور عبدالجبارؓ کا ذکر کیا ہے تو یاد رکھ کہ یہ دونوں میرے بھائی ہی کی طفیل ام المومنین بنیں۔ آج تو تو ام المومنین عائشہؓ کے خالہ ہونے پر فخر کرتا ہے کل کا قصہ بھول گیا کہ تو اور تیرا باپ ان کو بہ کا کر علیؓ کے مقابلہ کے لئے جمل کی لڑائی میں لے گئے تم کو

بہ خیال نہ آیا کہ تمہاری عورتیں تو پردہ میں بیٹھی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نا
 گھر سے نکل کر میدانِ قتال میں جائے۔ اور پھر تیرے باپ کی بندوبستی بھی دیکھ
 کہ جب میرا بھائی علیؑ تلوار سونت کر سامنے کھڑا ہوا تو وہ منہ چھپا کر بھاگ
 تو اپنے اور میرے نام کا حوالہ ناحق دیتا ہے خلقت جانتی ہے کہ کون ہم دونوں
 میں باعتبار نام اور کام کے اعتبار سے افضل ہے عقد الفرید بچوالہ یزید نام
 ناظرین نے دیکھ لیا کہ حضرت معاویہؓ بوجہ قرابت کس فخر سے رسول اللہ
 اور حضرت علیؑ کا نام لیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبیؐ و علیؑ کے جو بنی امیہ
 حکومت بخشی اس میں ان کے جو ہر قابلیت کے علاوہ قرابت کو بھی بڑا دخل تھا
 حیف ہے ان لوگوں پر جو علیؑ کی حب کا دم بھرتے ہوئے ان کے عزیزوں پر زما
 طعن دراز کریں اور خدا سے نہ ڈریں۔ رافضی اہل شام کو سب و شتم کرنا ثواب سمجھتے
 ہیں حالانکہ حضرت علیؑ کھلے الفاظ میں اس سے منع فرما کر وعائے خیر کرنے کا حکم دے
 گئے ہیں۔ (دیکھو بیچ البلاغت صفحہ ۲۹)

عہد حضرت علیؑ میں مسلمانوں کا باہم سبب مخاصمت کیا تھا؟

حضرت عثمانؓ کا مظلومانہ قتل

ذی شعور اور تاریخ دان شیعہ دوست بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے کتاب دربار اکبری میں اور مولانا مظہر علی اظہر نے کتاب تحریک مدح صحابہ میں اور سر آغا خان نے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات ثلاثہؓ سے خلافت کے بارے میں جھگڑا نہیں کیا اور تقریباً ۲۵ برس باہمی صلح و محبت میں گزارے دیعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال - ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ سے ۸ ذوالحجہ ۳۵ھ تک یہ حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ کا یوم شہادت ہے، یہ حضرت علیؓ کے ارشاد مندرجہ نہج البلاغت سے بھی ثابت ہے۔ کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں جھگڑا کسی دینی مسئلہ کی بنا پر نہیں تھا اور نہ اسلام و کفر کا سوال تھا بلکہ حضرت عثمانؓ کا مظلومانہ قتل وجہ مخاصمت ہوا جس سے حضرت علیؓ اپنی بریت ظاہر کرنے میں گوان کے ارشاد کے خلاف شیعوں نے جیسا کہ مجالس المومنین مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۷۸ اور لاہوری شیعوں کے رسالے تسمیۃ الاسماء میں بھی مذکور ہے حضرت علیؓ کو قتل عثمانؓ میں ملوث بایں دلیل کیا ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ ان کا ریب اور پروردہ قاتلوں میں شامل تھا اور اسے انہوں نے روکا نہ تنبیہ کی بلکہ مصر کی گورنری پر مامور فرمایا۔ جہاں ابن خدیج نے شکست دے کر اسے ہی نہیں بلکہ اپنے بیٹے کو بھی جس کا شمار قاتلوں میں تھا۔ قتل کر ڈالا (مفصل بیان طبری میں ہے) قاتلان عثمانؓ ہیں

حضرت علیؑ کا منظور نظر مالک بن اشتر بھی تھا جس نے موقع پر حضرت عثمانؓ کے چار مددگاروں کو شہید کیا (مجالس المؤمنین ص ۲۸۳) اور جنگ جمل میں حضرت ام المومنین سیدہ عائشہؓ کے اونٹ پر نین چلے کر کے تین ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اوٹ گر گیا۔ محمد بن ابی بکرؓ کرتی ہوئی بہن کو سہارا دینے کے لئے بڑھا۔ ہاتھ بدن سے مس ہوا۔ صدیقہؓ کے منہ سے نکلا۔ خدا بادہ ہاتھ چلے جس نے اُس بدن کو چھوا ہے جسے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نے نہیں چھوا۔ عرض کیا۔ ام المؤمنین! میں آپ کا بھائی ہوں۔ میرے حق میں یہ بددعا فرمایا جو منہ سے نکل گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ طرفدار علیؑ بھائی مصر میں قتل کر کے جلا دیا گیا۔ اور ابن اشتر نخعی کو جب کہ حضرت علیؑ کی طرف سے مصر کا والی مقرر ہو کر جا رہا تھا۔ حضرت عثمانؓ شہید کے کسی غلام نے زہر ملا کر شہید پیش کیا جسے کھا کر وہ ہلاک ہوا۔ (مجالس المؤمنین ذکر مالک بن الحارث الاشتر النخعی صفحہ ۲۸۳ تا ۲۸۹)۔

الفرض شیعہ مورخوں نے علیؑ الرعم ارشاد مولا علیؑ یہ ثابت کیا ہے کہ قتل ذوالنورینؑ ان کی سازش سے ہوا۔ اندرین حالات اگر حضرت معاویہؓ اور دیگر صحابہؓ نے اسی بنا پر ان کی بیعت سے تامل کیا اور کہا کہ خلیفہ رسول مقبولؐ کے قانون کو سزا دو تو ہمیں بیعت کرنے میں عذر نہ ہو گا تو کیا گناہ کیا؟ ہم مانتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ سبائی جماعت کی شورش اور خیرہ سری کی وجہ سے مجبور تھے۔ مگر نتائج برپا ہو جانے کے وقت ایسی باتوں پر کون کان دھرتا ہے۔ اور بے گناہ قتل خلیفہ المسلمینؑ ایسا سنگین معاملہ تھا جس سے چشم پوشی ممکن نہ تھی پھر بھی فریقین مصالحت پر آمادہ تھے مگر سبائی گروہ کو اس میں اپنی خیر نظر نہ آئی اور انہوں نے رات کی تاریکی میں دونوں فوجوں میں گھس کر ایک دوسرے پر تیر برسائے شروع کر دیے جس سے ہر فریق نے یہی سمجھا کہ دوسرے نے حملہ کر دیا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ لڑائی چھڑ گئی اور دشمنوں کی شرارت سے ہزاروں کلمہ گو کھیت رہے۔

حضرت علیؑ سے مالک اشتر جیسے اشخاص کی رفاقت کا نتیجہ

حضرت عثمانؓ کی مطلوبانہ شہادت کے بعد جب سبائی لیڈر الاشتر اور اس کے ساتھیوں نے حضرت علیؑ سے بیعت کر لی چاہی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے (جو حضرت علیؑ کے چچا زاد بھائی تھے) عبداللہ بن عباسؓ کا علاقہ مشورہ اور جن کی تعریف شیعوں کے علامہ شوشتری مجالس المؤمنین مطبوعہ ایران کے صفحہ ۸۳ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ پیغمبر صلعم کے اعظم صحابہؓ میں سے اور افضل اولاد عباس سے تھے۔ آپ کو حضرت علیؑ کی ارادت اور شاگردی کا شرف حاصل تھا اور آنحضرت کی رکاب کے ساتھ ہمیشہ مخالفوں سے مجاہدہ کرتے رہے۔ آپ کا علم تفسیر، فقہ اور حدیث میں بڑا درجہ ہے الخ منع اور متنبہ کیا کہ اگر سبائی بلوایوں سے آپ کا تعلق رہا تو عثمانؓ کے خون کا الزام آپ پر لگ جائے گا۔ (طبری، جلد ۴ صفحہ ۱۶۷ طبع مصر) مگر حضرت علیؑ نے یہ مشورہ قبول نہ فرمایا۔ اس کے بعد سے یہ سبائی گروہ رفتہ رفتہ آپ کی سیاست پر اس طرح غالب ہوتا گیا کہ آخر وقت تک نہ آپ ان سے چھٹکارا حاصل کر سکے اور نہ خون عثمانؓ کا قصاص جو شرعاً واجب تھا مل سکے۔ شاہ ولی اللہ اسے حضرت علیؑ کی خطائے اجتہادی قرار دیتے ہیں راز اللغات خلافتہ المخلفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۲۷۹ مقصد دوم مطبوعہ صدیقی دہلی ۲۸۴ھ

نتیجہ یہ ہوا کہ اصحاب ثلاثہؓ کے عہد میں جو اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری ہوا تھا اور بڑے بڑے ملک زیر نگین اسلام ہوئے تھے وہ بند ہو گیا بلکہ اہل

قبیلہ آپس میں لڑ پڑے۔ اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جہاد بالکل منقطع ہو گیا۔ دائرہ سلطنت ہر روز خاص کر ثالثی کے بعد زیادہ تنگ ہو گیا۔ یہاں تک کہ آخر میں کوفہ اور اس کے آس پاس کے سوا اور کچھ ان کے لئے باقی نہ رہا۔ ازالۃ الخلفاء طبع اول ج ۱ ص ۱۲۳) صرف کوفہ پاس رہ جانے کا ذکر حضرت علیؑ نے بھی خود پہنچ البلاغت میں کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ ج ۲، صفحہ ۳۸ میں لکھا ہے۔ کہ ان (علیؑ) کی خلافت میں دین اسلام کو شوکت نہ ہوئی بلکہ اہل اسلام میں فتنہ واقع ہوا اور شام و مشرق یعنی ایران وغیرہ کے کفار۔ نصاریٰ اور مجوسیوں کو جو مسلمانوں کے دشمن ہیں ان (مسلمانوں) کے تباہ کرنے کی طمع پیدا ہوئی۔

مگر خدا نے تعالیٰ کو ملت اسلامیہ کی بہتری مقصود تھی کہ مصلحین کی مساعی جمیلہ سے خون عثمانؓ کے قصاص کا مسئلہ ثالثی کے پیڑ دہو گیا اور سبائی فرقہ کے ۶۰ ائمہ فاسدہ بروئے کار نہ آ سکے۔ اس دشمن اسلام گروہ کی ساری کوششیں یہ تھیں کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی جاری رہے کیونکہ مصالحت و ثالثی سے ان کو اپنی موت نظر آتی تھی۔ حضرت علیؑ کو بھی اس خانہ جنگی پر افسوس تھا اور ایک دفعہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ لو علمت ان الامر یكون مكدًا ما تخرجت ابا موسیٰ و لو بجزء عقی رازۃ الخلفاء علی خلافت الخلفاء از شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم عمری فاروقی ص ۲۸۳ مقصد دوم مطبوعہ مطبع صدیقی واقع دہلی ۲۸۳ھ بار اول، یعنی اگر میں یہ جانتا کہ یہ معاملہ یوں ہو جائے گا تو خروج نہ کرتا۔ اسے ابو موسیٰ (میرے ثالث) کو تم فیصلہ کرو خواہ وہ میری گردن ہی اڑانے کے بارے میں کیوں نہ ہو۔

حضرات علیؓ و معاویہؓ کی جنگ کا خاتمہ

جب فرقہ سبائیہ اس طرح مسلمانوں کو دست و گریباں دیکھ کر خوش ہو رہا تھا تو حضرت عمرو بن عاصؓ فاتح مصر و فلسطین کی خوش تدبیری نے ان کے عزائم فاسدہ کو خاک میں ملا دیا۔ عین اُس وقت جبکہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی گزشتہ مہینوں کی لڑائیوں سے تھکی ہوئی فوجیں دوید و ہونے کو بمقام صفین تیار تھیں تو اول الذکر فوج کی صفِ اول سے مطالبہ ہوا کہ تم بھی مسلمان ہو اور ہم بھی۔ یہ بے قرآن شریف اس کو درمیان رکھ کر فیصلہ کر لو۔ یہ بات حضرت علیؓ کی فوج کے بھی دل لگی اور انہوں نے قائد کے سمجھانے پر بھی کہ تمہیں دھوکا دیا جا رہا ہے نہ سمجھے اور لڑنے سے انکار کر دیا۔ اور ۱۳ صفر ۳۵ھ مطابق ۳۱ جولائی ۶۵۷ء کو یعنی بیٹے حضرت علیؓ اور ماں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خاتمہ کے سات ماہ بعد حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ بھائیوں کی لڑائی شتر مزار مسلمانوں کے خون سے صفین کے میدان کو گلگوں کرنے کے بعد بند ہوئی۔ خدا نے امت کے دو راندیش افراد کے دل میں ڈال دیا کہ اگر یہ مسلمانوں کی باہم خونریزی جاری رہی تو رومی، شام پر چڑھ دوڑیں گے اور یحییٰ عراق پر۔ اس صورت میں عورتوں اور بچوں کو ان کی دستبرد سے کون بچائے گا حضرت علیؓ شامیوں کی کمزوری محسوس کر کے چلتے تھے کہ ان کو کچل دیں مگر ان کی جماعت نے کہا کہ جب اہل شام قرآن کو حکم بتاتے ہیں تو اب گنجائش انکار نہیں۔ اگر آپ علیؓ نے انکار کیا تو ہم آپ سے لڑیں گے اور آپ کو عثمانؓ کے پاس پہنچا دیں گے۔ (تاریخ اسلام حصہ اول ص ۳۳ بحوالہ طبری جلد ۶) حضرت علیؓ کو

مجبوراً ماننا پڑا۔ اور جنگ ملتوی ہو گئی۔

اس کے بعد قرار پایا کہ فریقین کی طرف سے ایک ایک حکم مقرر کیا جائے اور وہ دونوں مل کر قرآن مجید کی رو سے جو فیصلہ کریں وہ ہر دو فریق کے لئے واجب التسلیم ہو اور جو فریق نہ مانے حکم اس کے خلاف دوسروں کو مدد دیں

حکیمین کا تقرر اور فیصلہ

اہل شام کی طرف سے مرد فاتح اور مدبر بلا اختلاف حکم مقرر ہوا جس کا رسول خدا صلعم کے دست مبارک پر حضرت خالد بن ولیدؓ سمیت صلح حدیبیہ ۳ھ کے بعد مشرف باسلام ہونا عیسائی مورخوں کی نگاہ میں کئی ملک فتح ہو کر دولت اسلامیہ میں داخل ہونے سے زیادہ اہم تھا کیونکہ ان دو نو سالہ ایران اعظم اور جنگی فتویٰ کے ماہر صحابہؓ نے شام و عراق و فلسطین و مصر میں اسلامی جھنڈوں کو نصب کرنے میں نمایاں قابلیت کا ثبوت دیا۔

کاسلسلہ نسب پانچ واسطوں سے رسول اللہ صلعم کے حضرت عمرو بن عاصؓ جد کعب بن لوی سے جاملتا ہے۔ ہشامؓ ان کے سوتیلے بھائی تھے از بطن ام سلمہ بنت ہشام بن مغیرہ جو حضرت عمرؓ کی خالہ بھین جعفرؓ عمرؓ و موصوف نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہشام مجھ سے اچھے تھے والدہ کے نسب کی فضیلت اور باپ کی نظر میں محبوب تر ہونے کی وجہ سے اور وہ یرموک میں شہید ہو گئے اور ہم اب تک باقی ہیں۔ حضرت عمرؓ و جب ایمان لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنو قضاہ میں ذات السلاسل کے خلاف جمادی الاخریٰ ۳ھ میں ایک دستہ فوج کا قائد بنا کر بھیجا۔ کیونکہ وہ

مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے مگر دشمنوں کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اور حضرت عمرؓ کے مظاہرہ سے ڈر کر منتشر ہو گئے۔ دوسری دفعہ رمضان ۳۸ھ میں حضور صلعم نے انہیں بنو ہذیل کے بت خانہ سواع کو منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا اور یہ اس مہم کو بڑی دلیری سے انجام دے کر واپس آئے۔ حضورؐ نے پھر انہیں عمان کا دالی مقرر فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ والی فلسطین بنایا۔ انہوں نے مصر فتح کیا۔ (رحمۃ اللعالمین جلد ۲) ایسی قابلیت کے مالک شخص کو اپنا حکم مقرر کرنا حضرت معاویہؓ کی دانش مندی پر دال تھا۔

حضرت علیؓ اپنا حکم اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ کو بنانا چاہتے تھے اس پر خود ان کی جماعت نے اعتراض کیا کہ یہ آپ کے عزیز ہیں حکم غیر متعلق شخص کو ہونا چاہیئے۔ پھر آپ نے اشتر نخعی کا نام پیش کیا۔ جس کا حال اسی کتاب میں درج ہے) اشعت بن قیس نے رجن کا نام معدی کوب تھا اور بالوں کی پراگندگی کی وجہ سے اشعت مشہور ہوئے اور جو قبیلہ کندہ کے وفد میں حاضر خدمت نبوی ہوئے تھے۔ اور اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ حضرت ابو بکرؓ کے گاشتوں سے لڑے اور آخر پناہ مانگ کر صدیق اکبرؓ کی خدمت میں باریاب ہوئے تھے۔ ۳۸ھ محال وفات ہے کتاب المعارف صفحہ ۲۰ لکھا کہ اسی اشتر نے تو یہ آتش جنگ بھڑکائی ہے۔ اس لئے وہ کس طرح حکم ہو سکتا ہے۔ آخر حضرت علیؓ کو اپنی جماعت کی پیش کردہ شخصیت کو اپنا حکم ماننا پڑا۔ یعنی ابو موسیٰ اشعریؓ کو ابو موسیٰ اشعریؓ ان کا نام عبداللہ بن قیس تھا۔ یمن کے رہنے والے۔ یہ اشعریوں کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر مع برادران مسلمان ہوئے تھے۔ پہلے پہل غزوہ خیبر میں شریک ہوئے۔ حضرت علیؓ کی چچازاد بہن ام کلثوم بنت فضل بن عباسؓ ان کی بیوی تھی جو موسیٰ بن ابو موسیٰ کی ماں بنی۔

حضرت عمرؓ نے ان کو ۲۰ھ میں بصرہ کا والی مقرر فرمایا تھا۔ جبکہ انہوں نے اہواز فتح کیا تھا۔ عہد ذوالنورین تک وہیں مامور رہے۔ پھر کوفہ میں تبادلہ ہو گیا۔ شہادت عثمانی کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہیں ۵۲ھ میں وفات پائی (کتاب المعارف و تجرید بخاری)

ابوموسیٰ اشعریؓ مسلمانوں کی خانہ جنگی سے بچنے کے لئے نواح شترالطہ عہد نامہ شام میں گوشہ نشین ہو گئے تھے وہاں سے بلائے گئے اور عہد نامہ مرتب ہوا کہ یہ دونوں حکم کسی فریق کی رُو و رعایت کے بغیر امت کی خیر خواہی کا لحاظ رکھتے ہوئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جو فیصلہ دیں گے وہ فریقین کے لئے واجب تسلیم ہوگا اور جو فریق اس کے ماننے سے انکار کرے گا حکم اور عام مسلمان اس کے خلاف دوسرے فریق کو مدد دیں گے فیصلہ کے اعلان تک جنگ بالکل ملتوی رہے گی اور حکموں کی جان و مال محفوظ رمضان میں یا بصلح حکمین بعد میں فیصلے کا اعلان ہو جانا چاہیئے۔ وغیرہ (تاریخ اسلام ص ۲۳۸)

اس عہد نامہ پر فریقین کے تمام متنازعہ لوگوں کے دستخط ہو گئے اور دومنہ الجند کا مقام (بسرحد عراق و شام) فیصلہ کے اعلان کے لئے مقرر ہوا۔ دونوں حکم مشورہ کے لئے بیٹھے۔ ان کا طویل مکالمہ لکھنے کی گنجائش نہیں حکمین کا فیصلہ خلاصہ یہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ چاہتے تھے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن عمر فاروقؓ کو خلیفہ مقرر کریں۔ اور حضرت عمر بن عاصؓ امیر معاویہؓ کو۔ آخر عمر بن عاصؓ ابوموسیٰ اشعریؓ سے متفق ہو گئے کہ دونوں کو معزول کر دیا جائے۔

عام تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ ابوموسیٰ نے استاد ہوا کہ اس امر کا اعلان

کر دیا کہ دونو معزول۔ مگر عربین عاصیؑ نے کہا کہ انہوں نے علیؑ کو معزول کر دیا ہے
گو میں معاویہؓ کو مقرر کرتا ہوں۔

مگر کتاب "سیرت عمر بن عاص" فاتح مصر مرتبہ حافظ محمد اسلم جیراچوری کے
صفحہ ۸۹ میں تحریر ہے کہ مسعودی نے لکھا ہے کہ ہجر اس صحیفہ کے جو لکھوایا گیا اور
کسی قسم کا زبانی اعلان نہیں ہوا تھا۔ دونو حکم علیؑ اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کے عزل پر متفق تھے اور کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا تھا۔ یہی بیان زیادہ تر قرین
قیاس ہے کیونکہ جب ثالثی نامہ لکھا گیا تھا اور شہادتیں قلم بند ہوئی تھیں تو فیصلہ
زبانی ہونے کے کیا معنی۔ علاوہ بریں عمر بن عاصؓ کچھ نادان نہ تھے کہ اس قسم
کی مخالفت کرنے جس سے ان کے فریق کا کوئی نفع نہ تھا۔ کیونکہ ثالثی نامہ میں
یہ طے ہو چکا تھا کہ جو متفق فیصلہ ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔ ایسی صورت میں
ایکے ان کا معاہدہ کو قائم رکھنا بیکار تھا۔ بعض مورخین نے اس فیصلہ میں ابو
موسیٰ پر غفلت اور کوتاہی کا الزام لگایا ہے لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ انہوں نے
دیانت کے ساتھ کام کیا جو رائے انہوں نے دی۔ مہی اس وقت ایک بڑے
گروہ کی رائے تھی جو اس فتنے سے کنارہ کش تھے۔ ص ۹۔

سیرت عمر بن عاص میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے اس فیصلے کو تسلیم
نہیں کیا اور شام پر فوج کشی کرنا چاہا لیکن عراقیوں نے ساتھ نہ دیا
جس کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ حضرت علیؑ کے حکم مقرر کرنے پر وہ ان کے خلاف
ہو گئے کہ اگر آپ امام برحق تھے تو اپنے اوپر ایک اور کو حکم کیوں تسلیم کر لیا۔ لہذا
آپ کا فب ٹھہرے اور یہاں تک کہ دیا کہ آپ (معاذ اللہ) کافر ہو گئے۔ یہ
شیعہ ان علیؑ سے نکلے ہوئی جماعت خارجی کہلائی۔ اس اپنی جماعت میں انتہا
پیدا ہونے سے حضرت علیؑ شام پر حملہ نہ کر سکے اور نہروان پر خارجیوں سے جا

ٹکرائے اور ان کو خوب تہس نہس کیا جس سے ان کی مخالفت کی آگ بھڑکی۔
 حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے
 دوبارہ فتح مصر پر ملک محمد بن ابوبکرؓ کو مصر کا والی مقرر کر کے بھیج دیا تھا۔ جہاں
 ان کو عثمانی جماعت سے پالا پڑا جس کے قائد مسلم بن مخلد اور معاویہ بن خدیج
 تھے انہوں نے حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ محمد بن ابوبکرؓ نے ان سے مقابلہ
 کیا حضرت علیؓ سے مدد مانگی جو پہنچ نہ سکی۔ آخر شکست کھائی اور ایک جگہ جا چھپے
 ابن خدیج نے ڈھونڈ نکالا اور قتل کر کے جلا دیا۔

حضرت معاویہ بن ابوسفیان نے اسلامی ولایات مثلاً مکہ، مدینہ اور یمن
 وغیرہ پر فوجیں بھیج کر قبضہ کر لیا۔ اور حضرت علیؓ کے پاس جیسا کہ نہج البلاغہ
 کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے صرف کو فرہ گیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت

خوارج حضرت علیؓ کے ہی نہیں بلکہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرؓ بن عباسؓ
 کے بھی دشمن تھے ان کے زعم باطل میں مسلمانوں کی اتنی خوریزی کے رہی تھی
 ذمہ دار تھے۔ اس لئے تین آدمی تینوں کو قتل کرنے پر مامور ہوئے۔ کہ ایک
 ہی مقررہ وقت پر دار کر کے ان کا فیصلہ کر دیا جائے۔ حضرت معاویہؓ کو جو زعم
 لگا وہ کاری نہ تھا۔ مندمل ہو گیا۔ حضرت عمرؓ بن عباسؓ اُس دن خود نماز
 پڑھانے نہ آ سکے۔ ان کی جگہ جو امام بنا وہ مارا گیا۔ ہاں حضرت علیؓ پر جو تلوار
 در مسجد پر وسط رمضان ۴۰ھ میں پڑی وہ مہلک ثابت ہوئی اور وہ شہید
 ہو گئے۔ بعد الرحمن المشہور ابن بلعم اس بد بخت قاتل کا نام تھا جو خلافتِ حقیت

حیدر کر آرہے غذاہوں سے مارا گیا مگر اس نے اُٹھ کر نہ کی۔ کتنا گمراہ تھا یہ شخص جو حضرت علیؓ جیسے صاحب ایمان بزرگ کو قتل کرنا کارِ ثواب اور بڑا کارنامہ سمجھتا تھا۔

حضرت علیؓ کی امام حسنؓ کو وصیت

وفات سے پیشتر حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادہ امام حسنؓ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد معاویہؓ سے فوراً صلح کر لینا اور ان کے امیر المومنین ہونے سے کراہیت نہ کرنا کیونکہ اگر تم ان کو بھی گنوا بیٹھے تو امت کے تفرق کے تلخ ترین نتیجے تمہیں بھی بھگتنے ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے یہ وصیت بر بنائے تجربہ کی تھی انہیں ثابت ہو گیا تھا کہ خلافت کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے کی اہلیت سب سے زیادہ امیر معاویہؓ ہی کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بھی یہی تھی کہ میرا بیٹا حسنؓ امت کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ یہ پیشگوئی حضرت علیؓ کو ضرور معلوم ہوگی اسی لئے آپؓ نے اپنے شیعوں کے سامنے فرمایا کہ میں خلافت کے لئے اپنے بیٹے حسنؓ کو نامزد کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ میرا صلح کل فرزند کسی قیمت پر بھی مسلمانوں میں لڑائی گوارا نہیں کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق صلح بین المسلمین کا باعث ہوگا۔ چنانچہ امام حسنؓ نے والد بزرگوار کی تدفین (جہاں بھی ہوئی) سے فارغ ہو کر اور ابنِ ہلم کو ٹھکانے لگا کر اپنے اشیاء کو فرمایا کہ میں اس شرط پر تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم صلح و جنگ میں میری قناعت کرو گے۔ پھر فرمایا میرے والد علیؓ فرماتے تھے کہ معاویہؓ کی امارت

یعنی امیر المومنین ہونے سے کراہت نہ کرتا۔ اگر تم نے اُن کو بھی ہاتھ سے کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ مونڈھوں پر سے سر حنظل (کوڑھٹے۔ اندرائی) کی طرح کٹ کٹ کر دھڑا دھڑا کریں گے (جلد ۳ ص ۸۳۶) شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید وازالۃ الخفا جلد ۲ ص ۳۸۳ والبدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۳۱ بحوالہ تذکرہ ص ۵)

جلالایون مطبوعہ ایران میں ملاحظہ فرمائیے
امام حسنؑ سے اشیاع کی غداری مجلسی زیر عنوان بیان صلح کردن امام حسن علیہ السلام لکھتے ہیں کہ امام موصوف کو خبر ملی کہ معاویہؓ عراق کی طرف آرہے ہیں تو آپ نے اپنے شیعوں کو جہاد کی دعوت دی۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا مگر جب عدی بن حاتم نے غیرت دلائی ایک جماعت آمادہ ہوئی۔ امام نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو میرے لشکر گاہ بخیلہ کی طرف جاؤ۔ مگر مجھے یقین ہے کہ تم وفا نہیں کرو گے۔ جیسا کہ میرے والد بزرگوار سے وفانہ کی جو مجھ سے بہتر تھے۔ اس کے بعد آپ نے دو تین سردارانِ شیعہ کو ہزاروں برس سالار بنا کر بھیجا مگر وہ معاویہؓ سے جا کر مل گئے یہ حال دیکھ کر آپ نے اپنے گروہ کو خطاب فرمایا کہ میرے دل میں مسلمان کی طرف سے کینہ نہیں ہے اور کسی سے برا ارادہ نہیں رکھتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کا اتفاق لفاق سے بہتر ہے۔ لہذا میں جو تمہاری بہتری کے لئے کروں اس سے انکار نہ کرو۔ جب منافقوں نے امام سے یہ بات سنی تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہا کہ۔

”از سخنان او معلوم می شود کہ می خواہد با معاویہؓ صلح کند و خلافت را باد و گزارد پس ہمہ برخاستند گفتند او مثل پدرش کافر شد

رجعتہ بنجیمہ آنحضرت و اسباب حضرت را غارت کردند۔ حتی امصلاٹ
 حضرت از زیر پائش کشیدند و در دایے مبارکش را از دوشش
 ربودند۔۔۔۔۔ چوں لباباطہ مدائن رسید ملعونے از قبیلہ بنی اسد کہ
 اور ابراج بن سنان لو گفتند لجام اسب آنحضرت را گرفت خنجر
 بروان مبارکش زد کہ استخوان شکافت۔ بروایت دیگر پہلوے
 مبارکش زد و گفت کافر شدی۔ چنانچہ پدر تو کافر شد۔۔۔۔۔ پس
 بخانہ سعد بن مسعود ثقفی کہ از جانب آنحضرت والی مدائن بود نزول
 اجلال فرمود اودم مختار بود۔ نبرد عم خود آمد گفت بیا حسن را۔ بدست
 معویہ دہیم شاید معویہ ولایت عراق را ببا بدہد۔

ملا باقر مجلسی کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ امام حسنؑ کے شیعہ (گروہ) نے
 ان کی باتیں سن کر اندازہ کر لیا کہ آپ حضرت معاویہؓ سے صلح کرنے اور خلافت
 سے دستبردار ہونے والے ہیں۔ لہذا آپ کو ہی نہیں بلکہ حضرت علیؑ کو بھی کافر
 بنا دیا۔ آپ کے خیمہ میں گھس کر آپ کے نیچے سے مصلّا پھینچ لیا اور کندھے سے
 سے چادر اتار لی۔ اور مدائن کے ایک مسقف کوچے میں ایک ملعون
 نے آپ کے گھوڑے کی یاگ پکڑ کر آپ کی مبارک را ان پر خنجر مارا جس
 سے ہڈی شگافہ ہو گئی اور کہا تو اپنے باپ کی طرح کافر ہو گیا۔ مختار ثقفی نے
 بھی خوب حق و فدا دیا۔ اپنے چچا سے کہا کہ حسنؑ کو پکڑ کر معاویہؓ کے حوالے

لا۔ یہ وہی مختار ہے جو واقعہ کربلا کے بعد قصاص لینے کے بہانے سے اٹھا۔ اور بہت
 سے مسلمانوں کو قتل کیا۔ آخر پیغمبری کا دعویٰ کر بیٹھا۔ امام زین العابدینؑ نے اس پر
 لعنت کی اور مصعب بن زبیرؓ را ماد امام حسینؑ نے لڑ کر اسے قتل کیا۔

کر دیں شاید وہ ہمیں عراق کا دالی بنائے۔

بیعت امام حسنؑ !

شیعوں کی یہ بے وفائی دیکھ کر امام حسنؑ نے بلا تاخیر مزید صلح و مصالحت میں بیعت کی اور بیعت کر لی۔ باقر مجلسی صفحہ ۳۰ میں رقمطراز ہیں کہ یہ دیکھ کر امام حسینؑ روتے ہوئے امام حسنؑ کے پاس گئے اور سنتے ہوئے آئے اور شیعوں کے سوال پر جواب دیا کہ میں نے بھائی سے جا کر پوچھا کہ معاویہؓ کو خلافت پسرد کرنے کا کیا باعث ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آنچہ پدرت را۔ باعث شد راضی شدم و بیروں آدم۔ یعنی جس وجہ سے حضرت علیؑ نے خلافت سوئپ دی میں نے بھی دے دی۔ مولانا محمود احمد عباسی کی تحریر ہے۔ (صفحہ ۵۰ تذکرہ) جو انہوں نے اخبار الطوال، مولفہ دنیوری ص ۲۳۴ مطبوعہ لندن ۱۸۸۸ء سے نقل کی بلا باقر مجلسی کے مضمون کی تصدیق ہوتی ہے کہ حجر بن عدی کو جو آپ کو لڑائی پر آمادہ کر رہا تھا، امام حسینؑ نے جواب دیا انا قد بايعنا و عانا و لا يسيل الی القصد بعتنا یعنی ہم نے بیعت کر لی ہے۔ عہد کر لیا ہے۔ اور ہماری بیعت کو توڑنے کی کوئی سبیل نہیں۔

اب بعض شیعوں کا یہ کہنا کہ امام حسینؑ نے نہیں کیا کی تو حضرت علیؑ کی طرح باکراہ کی یا بھائی کے دباؤ سے کی۔ کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ جلاء العیون ص ۳۱ میں لکھا ہے۔ کہ امام کی فوج کے چار ہزاری کمانڈر قیس بن سعدؓ نے بھی امام حسنؑ کے حکم سے بیعت کر لی۔ اخبار الطوال صفحہ ۲۳۲ میں کمانڈر فوج عراقی کا نام قیس بن عبادہ لکھا ہے کہ اس نے عراقیوں سے پوچھا کہ دو باتوں

میں سے ایک اختیار کر دیا تو بلا امام قتال کر دو کیونکہ امام نے تو معاویہ کی بیعت کر لی ہے۔) یا معاویہ کی اطاعت میں داخل ہونا اختیار کرو۔ فاختاروا الدخول فی طاعت معاویہ یعنی لوگوں نے (حضرت معاویہ کی اطاعت و بیعت میں داخل ہونا اختیار کر لیا۔

حضرات امام حسن و حسین حضرت معاویہ سے خاطر خواہ شرائط منوا کر دینے آگئے تو بھی سیاسیوں نے ان کا پھانہ چھوڑا اور کہا السلام علیک یا ممد علی المؤمنین (سلام ہے اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے۔ آپ نے وعلیک السلام کہہ کر بٹھایا اور فرمایا کہ میں بذل نہیں بلکہ متعز ہوں۔ میں نے تم سے جدال و قتال کو دفع کیا۔ واقتدا کر ہم پہاڑوں جیسی فوج لے کر بھی مقابلے کو نکلتے تو بھی کوئی قوت خلافت و امارت کو معاویہ سے نہیں روک سکتی تھی۔ (اخبار الطوال)۔ اسی قسم کا جواب جلال العیون میں بھی منقول ہے۔ (ص ۱۳۳) فرمایا۔

وہ نجد اسوگند کہ معاویہ ازبرائے من بہتر است از این جماعت اینہاد بخوی می کنند کہ شیعہ من اندت و ارادہ قتل من کردند و مال مرا غارت کردند۔ نجد اسوگند اگر از معاویہ عہدے بگیرم و خون خود را حفظ کنم و این مردم در اہل و عیال خود بہتر است از برائے من از انکہ اینہام را بکشند اہل و عیال و خویشان من۔ نجد اسوگند کہ اگر من یا معاویہ صلح کنم ہر آئینہ ایشان مرا بدست خودی گیرند بمعویہ می دہند نیز فرمایا کہ وائے بر شما نجد اسوگند کہ آنچه من کردہ ام بہتر است از برائے شیعیان من از آنچه آفتاب براں طالع می گردد۔

اس ارشادِ امام حسنؑ کا مفہوم یہ ہے کہ (حضرت) معاویہؓ میرے لئے اُن
شیعوں سے بہتر ہے جنہوں نے وفاداری کا عہد کرنے کے باوجود میرے
قتل کا ارادہ کیا اور میرا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اب میں نے معاویہؓ سے
صلح کر کے اپنے کو مع اہل و عیال محفوظ کر لیا ہے۔ اگر میں صلح نہ کرتا تو یہ
شیعہ خود مجھے پکڑ کر معاویہؓ کو دیدیتے۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ میرا معاویہؓ
سے مصالحت کر لینا شیعوں کے لئے دنیا جہان سے بہتر ہے۔

نصیحتہ الشیعہ مکمل تین جلد مجلد

از مولانا احتشام الدین صاحب مراد آبادی
اس کتاب میں نہایت سچائی اور دیانت سے اصولِ شیعیت کو
عقل اور نقل کی کسوٹی پر جانچتے ہوئے حضراتِ شیعہ کو اپنے
معتقدات پر نظر ثانی کی دعوت دی گئی ہے۔

قیمت سات روپے پچاس پیسے علاوہ محمولہ ڈاک

وہ حلیل القدر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جو عہد علیؑ کی خانہ جنگیوں سے الگ ہے

تاریخ اسلام صفحہ ۳۰۶ میں بحوالہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۷، و اخبار الطوال ص ۱۵۱ منقول ہے کہ حضرت علیؑ کی سیاسی فردگزاشتوں میں ایک حضرت عثمانؓ کے عہد کے گورنروں کو حضرت میسر بن شعیبؓ اور اپنے چچا زاد لائق دانا اور تخلص بھائی عبد اللہ بن عباسؓ کے مشوروں کو نہ مان کر معزولی کا حکم دے دینا تھا۔ جو بڑا خطرناک ثابت ہوا۔ آپ نے امیر معاویہؓ کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں جنہوں نے آپ کی بیعت سے اس بنا پر انکار کر دیا تھا کہ آپ کے پاس قاتلانِ خلیفۃ المسلمینؓ دندنا رہے ہیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں بے نیام ہونیوالی تھیں۔ اس لئے اکثر صحابہؓ اس کی شرمکٹ کے بارے میں متردد تھے۔ بہتوں نے اس کی مخالفت کی یا کم از کم غیر جانبدار رہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، عبد اللہ بن عمرؓ اور محمد بن مسلمہؓ اور اسامہ بن زیدؓ وغیرہ نے کسی کا ساتھ نہ دیا۔ حضرت علیؑ نے ان سے پوچھا کہ مجھے تم لوگوں کی جانب سے ناپسندیدہ خبریں ملی ہیں۔ کیا واقعہ ہے؟ یہ اصحاب کتنے اولوالعزم تھے اور انہوں نے کیا جواب دیا۔ درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت سعدؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تنہا میں سے تھے۔

حضور یہ فخر فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے ماموں ہیں کوئی اپنا ان جیسا ماموں
 تو دکھائے۔ آپ بڑے قادر انداز اور مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت فاروق
 اعظمؓ نے آپ کو تخریر ایران کے لئے منتخب کیا تھا اور آپ نے قادسیہ کے
 میدان میں آتش پرستوں کو شکست دے کر نو شیر و اں کے قصر ابیض میں داخل
 ہو کر نماز جمعہ باجماعت ادا کی تھی۔ غزوہ اُحد میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
 دست مبارک سے تیر دیتے جاتے اور فرماتے تھے۔ میرے ماں باپ تجھ پر
 فدا ہوں تیر چلاتا جا۔ آپ کوفہ کے آباد کار اور حضرت عمرؓ کی طرف سے وہاں
 کے گورنر مقرر تھے۔ یہ ان دس صحابہؓ میں شامل تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 جنت کی بشارت دی تھی۔ عشرہ مبشرہ میں سے آپ نے سب سے پیچھے ۱۵۰
 میں تقریباً اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا جنازہ آپ کے محل واقع
 عقیق سے جو مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر تھا۔ کدھوں پر اٹھا کر مدینے لائے
 تھے۔ مردان نے نماز جنازہ پڑھائی جو حضرت معاویہؓ کی طرف سے غارل
 مدینہ تھا۔ یہ تھے سعد بن وقاص جنہوں نے حضرت علیؓ کو جواب دیا۔
 ”اگر اس جنگ میں آپ میری شرکت چاہتے ہیں تو ایسی تلوار عنایت
 کیجئے جو کافر و مسلم میں امتیاز کرے“ یعنی آپ مسلمانوں سے جنگ
 کر رہے ہیں میری تلوار ان پر نہیں اٹھ سکتی (۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ آپ ام المومنین سیدہ حفصہؓ کے سگے بھائی
 تھے۔ اپنے والد کے ساتھ ہی مکہ میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔ جبکہ ان کا بچپن
 تھا اور تمام غزوات میں جو بدر اور اُحد کے بعد ہوئے۔ شریک رہے اور
 عبداللہ بن مروان اموی خلیفہ کے عہد تک زندہ رہے۔ آپ نے حجاج کی
 سخت مزاحی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے طویل خطبہ خوانی سے ٹوکا تھا۔

کہتے ہیں اس نے جل کر ایک شخص کو مامور کیا جس نے اپنے نیزے کی ذہر آلود نوک آپ کے پاؤں میں چھبھو دی اور آپ اسی کے اثر سے شہید ہوئے حضرت موسیٰ بن اشعری ثالث حضرت علیؑ کی تجویز تھی کہ حضرت علیؑ اور معاویہؓ کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا جائے مگر حضرت عمرو بن عاص کے مشورہ سے قرار پایا کہ ان کی معزولی کے بعد مجلس شورشے جسے مقرر کرے آپ نے ۸ برس کی عمر میں مکے میں رحلت فرمائی اور بمقام فتح مدفون ہوئے۔ کتاب المعارف ص ۱۱۱) یہ تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ جنہوں نے حضرت علیؑ کو جواب دیا۔
 ”آپ ایسی چیز میں شرکت کے لئے مجھے مجبور نہ کیجئے جس کے حق و باطل ہونے کا میں فیصلہ نہیں کر سکا۔“

(۳) حضرت محمد بن مسلمہ بن مسلمہ قبیلہ بنی حارث بن حارث بن خزرج سے ہیں جو بنی عبدالاشہل کے خلیفہ تھے۔ آپ رسول اللہ کے سوار کہلاتے تھے بغزوہ ”فرقرة الکور“ میں حضورؐ نے آپ کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا تھا۔ رسول اللہ صلم کے بعد انہوں نے لکڑی کی ایک تلوار بنوائی تھی جس کو پر تلے میں رکھا کرتے تھے۔ جمل اور صفین میں شریک نہیں ہوئے اور نہ کسی فتنہ میں لڑے۔ عبدالرحمن اپنی کینت کیا کرتے تھے۔ مدینہ میں سکونت اختیار کی تھی اور وہیں صفر ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں وفات پائی۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ (کتاب المعارف ص ۱۶۵)

یہ تھے محمد بن مسلمہ جنہوں نے حضرت علیؑ سے عرض کیا کہ
 ”در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اپنی تلوار کو مشرکوں کے مقابلہ میں استعمال کروں، اور جب مسلمانوں سے لڑنے کا وقت آئے تو اس کو کوہ احد کے پتھر پر ٹیک کر توڑ دوں چنانچہ کل میں نے اس کو توڑ دیا۔“

عرب نے اس کا علاج کیا اور اُس نے صلہ میں سمیٹہ کو اسے عطا کر دیا۔ یہ نام تھا اس کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ابوبکر بقیع اور نافع کو حارث نے بیٹے بنا لئے تھے۔ جوزیاد بن ابوسفیان کے اخیانی (مادری) بھائی تھے حاکم بصرہ قتیبہ بن غزوہ کی بیوہ اردہ انہی کی بہن تھی۔ اسی تعلق سے ابوبکر نافع۔ بقیع اور زیاد بھی بصرہ گئے۔ جب ابوبکر محاصرہ طائف میں اپنے بھائی نافع سمیت مسلمان ہو گئے تو انہوں نے حارث کی طرف منسوب ہونا چھوڑ دیا اور کہا کرتے تھے کہ میں رسول اللہ صلعم کا مونس (مظالم) ہوں۔ اسی لئے جب حارث مر گیا تو انہوں نے اس کی میراث نہیں لی۔ سمیٹہ کے شوہر کا نام مسروح تھا۔ ابوبکر نے چالیس لاکھ اور لڑکیاں چھوڑ کر وفات پائی۔ جن میں سے سات کی نسل جاری رہی۔ عبدالرحمن ان کے بیٹے ہیں جو پہلے پہل بصرہ میں پیدا ہوئے اور پہلا لڑکا جو کوفہ میں پیدا ہوا معاویہ بن ثور سے اور مدینہ النبی میں مولود اول عبد اللہ بن زبیر ہیں تو قبیلہ عامر بن ربیعہ سے ہیں۔ ابوبکر کے دوسرے فرزندوں کے نام عبد اللہ عبد اللہ عبد الرحمن عبد العزیز۔ مسلم۔ رواد۔ اور عقبہ ہیں۔

نیا معاویہ بن شعبہ کے کاتب تھے۔ اس کے بعد ابو موسیٰ کے کاتب رہے ان کے بعد ابن عامر کے۔ پھر ابن عباس کے۔ یہ علیؑ کے سامعہ تھے۔ علیؑ نے ان کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ معاویہؓ نے اس پر عتاب کا خط لکھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ تم مجھے ڈراتے ہو۔ یا وجودیکہ ہمارے تمہارے درمیان علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ خدائی قسم اگر میرے نزدیک تمہارا گزر ہو جائے تو مجھے سرج و غضب ناک اور تیغ زبان پاؤ گے۔ پھر معاویہؓ نے ان کو بصرہ اور اس کے ملوک کا حاکم بنا دیا اور جب معاویہ بن شعبہ (حاکم بصرہ) انتقال کر گئے تو عراقین (کوفہ و بصرہ) اس کے علاقے میں کر دیا۔ یہ پہلے شخص ہیں جن کو دونوں جگہ کی حکومت ملی۔

اٹھ برس تک حکومت کی۔ پانچ برس بصر میں اور تین برس کوفہ اور بصرہ میں۔
 کوفہ میں ۳۷ھ میں انتقال کیا۔ دہائی قتیبہ نے ان کے ۲۱ لڑکوں کے نام دیے
 ہیں اور ۲۳ لڑکیاں بتائی ہیں لڑکوں میں ابو حفص عبید اللہ کی نسبت بتایا
 ہے کہ زیاد نے اس کی ماں مرجانہ کو شیر و بھروسہ سے عقد میں لایا تھا اس
 نے اس اور میں پرورش پائی تھی۔ معاویہ کی طرف سے خراسان کا حاکم تھا پھر
 باپ کی جگہ عراقین کا۔ جب یزید مر گیا تو بصرہ والوں نے سرکشی کی اور اس کو
 گھر سے نکال دیا۔ مسعود بن عمرو کی پناہ اور جب وہ مارا گیا تو شام چلا گیا اور
 مردان سے جا ملا۔ مرج کی لڑائی میں یہ مروان کے ایک بازو پر تھا۔ مروان کو
 جب فتح ہوئی تو پھر اس نے اسے کوفہ کا حاکم بنا دیا۔ جب یہ کوفہ کے قریب پہنچا
 مختار نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی کوئی اولاد نہیں۔ عاشورہ کے روز شہید
 قتل ہوا۔ ابن قتیبہ نے زیاد کے دوسرے بیٹوں اور ان کی اولاد کا بھی ذکر کیا ہے
 جو بخوف طوالت ترک کیا جاتا ہے۔

تاریخ اسلام میں عدا میں مسطور ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے زیاد کو حسن تمیز
 سے امیر معاویہ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا۔ اور یہ سب کچھ ان کے پاس چلا آیا
 اور فارس کی آمد و خراج کا جو حساب کتاب اس نے پیش کیا وہ آپ نے مان لیا
 اور مغیرہ کی مدد کے لئے کوفہ بھیج دیا۔ پھر سب کچھ میں بعض شہادتوں کی بنا پر کہ
 ابوسفیانؓ نے زمانہ مجاہدیت میں اس کی ماں کے ساتھ نکاح کیا تھا اسے اپنا
 سوتیل بھائی تسلیم کر لیا۔ زیاد کے ملنے سے امیر معاویہؓ کو ایک اور مدد کی حمایت
 حاصل ہو گئی۔ کوفہ کی شورش پسندی کو مغیرہ بن شعبہ نے درست کر لیا تھا اور بصرہ
 کسی والی سے درست نہ ہوتا تھا۔ زیاد نے زور بیان و تلوار سے اہل بصرہ کو
 ہموار کر دیا۔ کرفیو لگا کر خلاف ورزی حکم کرنے والوں کو جب قتل کیا گیا اور حاکموں

کو دور ان تقریر کنکر مارنے والوں کے جب ہاتھ کٹا دیئے۔ تو امن و امان قائم ہو گیا۔ پھر رعایا کے حفظ جان و مال کی کیفیت تھی کہ کوئی شخص راستہ کی گری پڑی چیز اٹھانے کی جھٹ و کر سکتا تھا۔ تا آنکہ خود اس کا مالک اگر نہ اٹھاتا۔ راتوں کو گھڑتیں اپنے گھروں میں تنہا کواڑ کھول کر سوتی تھیں۔ زیادہ کا دعویٰ تھا کہ اگر کوئی سے خراسان تک رسی کا ایک ٹکڑا بھی ضائع ہو جائے تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس نے لیا۔ امیر معاویہؓ نے دمشق کے تمام بد معاشوں کے نام درج رجسٹر کرائے تھے۔ زیادہ نے جعفر بن قیس کو بد معاشوں کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔

صلح تاریخ اسلام

(۳) حضرت عمر و بن عاصؓ۔ آپ سنہ ہجری کے آغاز سے ۷۱ برس پہلے پیدا ہوئے اور نوے برس کے سن میں ۳۱ھ میں وفات پائی (اکالی فی السالہ اربعال) آپ حضرت خالد بن ولید اور عثمانؓ بن ابی طلحہ (کلید بردار کعبہ) کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ انگریز مورخ نے (صلح حدیبیہ کے بعد جو مارچ میں ہوئی تھی) جون میں ان کا ایمان لانا لکھا ہے جو صفر ۶ھ کے مطابق ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۵ برس کی تھی۔ ان کے فرزند عبد اللہ جن کے نام پر آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی) آپ سے صرف بارہ برس چھوٹے تھے اور آپ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے۔ باپ کے ساتھ منہجین میں شریک تھے اور دو تلواریں چلاتے تھے۔ گھر کے میں تھا۔ پھر یزید کی زندگی تک شام میں سکونت اختیار کی۔ جب وہ فوت ہو گیا تو کئے چلے آئے اور یہیں ۵۵ھ میں ۳۷ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس حساب سے سن پچھتر سے ۸ برس پہلے پیدا ہوئے چونکہ والد سے صرف بارہ برس چھوٹے بتائے جاتے ہیں۔ اس لئے والد کی ولادت بیس برس قبل از ہجرت ہونی چاہیے اور وقت وفات ۶۳ برس۔ ابن قتیبہ نے ۷۲ برس لکھے ہیں

(عجیب خلیفہ) عبد اللہ کے عقد میں حضرت علیؑ کے چچا زاد بھائی، عبد اللہ بن عباسؓ کی بیٹی عمرہ تھیں۔ جو محمدؐ کی والدہ تھیں۔ محمدؐ کا بیٹا شعیب تھا اور ان کا عمرو۔ انہوں نے ایک مجلس میں اپنے دادا کی طرف سے صدقہ پچاس ہزار تقسیم کیا۔ عمرو کے موالیٰ جس سے ایک دروان بھی تھا جس کے نام پر مصر میں ایک بازار سوق درمان ہے کتاب المعارف ص ۱۸۱ حضرت عمرو بن عاص کے باقی حالات تحت عنوان ”حکیم اور ان کا تقرر“ دئے گئے ہیں۔

قریش میں علم برداری فوج حضرت معاویہؓ کے خاندان میں تھی

حضرت معاویہؓ بھی خاندان قریش کے ایک نامور فرد تھے۔ اس خاندان قریش کی سارے عرب میں مذہبی حکومت تھی درمان والا نشان آل اللہ کہلاتا تھا کیونکہ کعبہ کی مجاورت اور کلید برداری انہی کے ہاتھ تھی۔ کعبہ کے متعلق فرائض انجام دینے اور قریش کی عظمت قائم رکھنے کے لئے افراد خاندان نے آپس میں تقسیم فرائض کر رکھی تھی چنانچہ (۱) حجابہ کعبہ کی کلید برداری اور تولیت عثمانؓ بن طلحہ کے سپرد تھی۔ یہ ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ تو حید کی وجہ سے دوسرے قریشیوں کی طرح مخالفت ہو گئے کیونکہ انہیں بھی اپنے عہدے کے بھج جانے کا موبوم خطرہ تھا۔ جب یہ ایمان لے آئے تو حضورؐ نے بروز فتح مکہ ۳۰ سنہ ۶ ہجری کعبہ کی چابی انہیں سپرد کر دی اور فرمایا کہ تم سب جو اسے چھینے گا وہ ظالم ہوگا چنانچہ وہ چابی آج تک انہی کے خاندان کے پاس ہے جو شبیہ کہلاتا ہے۔ (۲) دارہ غریب حجاج کی خبر گیری۔ خاندان نوفل کے فرد حرت بن عامر کے متعلق تھے (۳) سقابہ حجاج کے بانی پلانے کا انتظام۔ خاندان ہاشم کے بزرگ حضرت عباسؓ عم رسول کے سپرد تھا۔ (۴) مشورہ۔ یزید بن ربیعہ الاسود کے متعلق تھا جو خاندان اسد کے فرد تھے

(۵) دیات مغارم۔ خون بہا کا فیصلہ کرنا خاندانِ منیم کے فرد فرید حضرت ابو بکرؓ کے سپرد تھا۔

(۶) عقاب :- علم برداری۔ ابوسفیان بن حرب از خاندانِ امیہ کے ہاتھیں تھیں
(۷) قیسہ :- خیمہ و فرگاہ کا انتظام اور سواروں کی افسری۔ حضرت خالدؓ کے والد ولید کے سپرد تھا۔

(۸) سفارت و منافرت :- سفیر ہو کر جانا اور جن قبیلوں میں یہ نزاع پیش

آئے کہ زیادہ شریف کون ہے اس کا فیصلہ کرنا حضرت عمرؓ کے اختیار میں تھا۔
(۹) ازلام و ایکسار :- محکمہ مال کا انتظام۔ خاندانِ جمح کے فرد صفوان بن امیہ کرتے تھے۔

(۱۰) اموال :- متم نعمانہ حرث بن قیس از خاندانِ سہم تھے۔ (ماخوذ از سیرت النبی مصنفہ شیخ مرحوم) اس فہرست سے معلوم ہوا کہ زمانہ قبل از اسلام سے فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ خاندانِ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ تھا جو لڑائیاں اس زمانے میں قریش اور دوسرے خاندانوں کے درمیان ہوئیں۔ ان میں حضرت معاویہؓ کے دادا حرب بن امیہ ہی سالار فوج قریش تھے۔ پھر ان کے بعد یہ عہدہ امیر معاویہؓ کے والد ابوسفیانؓ حرب کو سپرد ہوا۔ ابوسفیانؓ کی اسلام دشمنی کا ایک سبب ان کے عہدہ کی ذمہ داری بھی تھی۔ مسلمانوں کے علاوہ اگر کسی اور جماعت سے قریش کا مقابلہ ہوتا تو اس میں ابوسفیان ایسی ہی سرگرمی سے کام کرتے جیسا کہ آج کل کے کبار و زبانی امیہ کو ہنی ہاشم یا آنحضرت صلعم سے کوئی خاندانِ عناد نہ تھا۔ البتہ وہ عام سردارانِ قریش کی طرح اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔

دونوں خاندانوں میں رشتہ داریاں اور عزیزانہ تعلقات تھے چنانچہ حضور صلعم

کی تین صاحبزادیاں بنی امیہ ہی کے خاندان میں بیاہی ہوئی تھیں۔ اور حضور کی اہل بیت (سیدہ ام حبیبہ ام المومنین) حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں۔

حضرت معاویہؓ کی فتوحات

حضرت معاویہؓ، حضرت ابو سفیانؓ بن حرب کے گھر ۲۲ برس قبل ہجرت حضرت ہند بنت عتبہ کے بطن سے مکہ میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۳۰ھ میں بعمر ۳ سال مشرف باسلام ہوئے سے پہلے اپنے آبائی دین پر رہے حضرت علیؓ لڑکپن میں ایمان لائے اور یہ جوانی میں جبکہ باعقل و شعور تھے کفار مکہ اور مسلمانوں میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔ تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ غالباً اس کا سبب کم سنی تھی۔ بدر کی لڑائی ۷ اربع الاول سنہ ۲ھ کو ہوئی جو سب سے پہلی لڑائی تھی۔ اس وقت حضرت معاویہؓ کی عمر ۲۲ برس کی تھی۔ اس لئے ان کا جنگ میں حصہ دینا صغیر سنی کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہی کہنا پڑتا ہے کہ چونکہ آپؐ بڑے ذکی و فہیم تھے اور دل سے رسول اللہ صلعم کی عظمت کے قائل لہذا کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ جب مشرف باسلام ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو کتابت و وحی کی خدمت سپرد کی (تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۱۷۱)

عہد صدیق اکبرؓ میں ان کی خدمات دینی کا آغاز ہوا۔ جہادِ شام میں ان کے بھائی یزید فوج کے ایک حصے کی سالار تھے۔ ان کے ساتھ ان کے جو ہر کارکردگی ظاہر ہوئے۔ اور لشکرِ اسلامی کی قیادت بھی باحسن و جود سرانجام دی بیروت۔ عرقہ اور صیدا کی گمان انہی کے ہاتھ تھی اور عرقہ تمام و کمال انہی کی ہمت مروانہ سے فتح ہوا (فتوح البلدان بلاذری ص ۱۳۳) ساحل علاقے کے بہت سے قلعوں کے یہی فاتح ہیں۔ قیساریہ کے جہاد میں مسلمان اسی ہزار

رومیوں کو مار کر کامیاب ہوئے وہ انہی (معاویہؓ) کی کوششوں کا ثمرہ تھا۔
(طبری ص ۲۳۹)

جب حضرت یزیدؓ فوت ہو گئے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کی جگہ حضرت معاویہؓ کو دمشق کا والی مقرر فرمایا اور استیجاب ج اول ص ۲۱۸) ان کے حسن کار کو دیکھ کر حضرت ذوالنورینؓ نے پورا شام ان کے زیر انتظام کر دیا۔ اس تفویض کا پر بھی انہوں نے بڑے بڑے عظیم الشان کارنامے دکھائے جن کا مختصر بیان یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے شام کے تمام سرحدی علاقوں کو مسخر فرما کر ملک کو رومیوں کے حملوں سے محفوظ کر دیا۔ اور طرابلس کو بھی سر کیا۔ بحوریہ کی تسخیر کے لئے فوج بھیجی۔ بلطیہ پر قابض ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی اجازت سے بحری بیڑا تیار کر کے جزیرہ قبرس فتح کیا۔ چونکہ مسلمانوں کے پاس بحری بیڑا نہ تھا اس لئے وہ رومیوں سے بحری جنگ نہیں کر سکتے تھے۔ اس کمی کو حضرت معاویہؓ نے پورا کیا اور ایک عظیم الشان بیڑا تیار فرمایا جس سے مسلمانوں کی بحری قوت بھی مضبوط ہو گئی یہ اس وقت کے کارنامے ہیں جب وہ محض ایک ملک شام کے گورنر تھے۔ حضرت علیؓ کی شہادت اور امام حسنؓ کے خلع خلافت اور ان کو تخت خلافت سپرد کر دینے کے بعد حضرت معاویہؓ تمام اسلامی دنیا کے خود مختار خلیفہ بن گئے۔

اپنے زمانہ خلافت میں حضرت معاویہؓ نے عہد ذوالنورینؓ کی فتوحات پر بہت اضافہ کیا چنانچہ دوطرف سے ہندوستان پر فوج کشی کی۔ ایک قدیم راستہ سندھ سے اور لکھنؤ میں خیبر کی راہ سے۔ کابل سے گزر کر مہلب بن ابی صفرہ نے ہندوستان کی سرزمین میں قدم رکھا۔ اور متخاصمین کو شکست دیتا ہوا قیقان (قلاں) کی طرف بڑھا۔ مزک سواروں نے مقابلہ کیا اور مارے گئے۔ مہلب

سراٹھایا مگر انہیں مغلوب کر کے پھر سے اسلامی تسلط قائم کیا گیا۔
 خارجیوں کی ستورش ہماسی کتاب میں دوسری جگہ بیان کر دیا گیا ہے
 کہ خارجی وہ لوگ کہلائے جو شیعیان علیؑ سے خارج ہو کر نہ صرف حضرت علیؑ
 کے بلکہ حضرت معاویہؓ اور عمرو بن عاصؓ کے بھی دشمن بن گئے تھے۔ اور انہیں
 قتل کرنے نکلے تھے مگر ان کی زد میں صرف حضرت علیؑ آئے۔ یہ لوگ اپنے عقائد
 میں بڑے سختہ، بڑے بہادر اور جانناز تھے۔ نقیہ تر واقعہ کہ ہلا کے بعد پڑ گیا۔ وہ
 اس سے نا آشنا تھے۔ شیعہ اور خارجی بزرگان دین کی بدگوئی میں برابر ہیں۔ فرق
 صرف یہ ہے کہ خارجیوں کی زبان و دل ایک ہے اور وہ اسلام کی شوکت کے
 موید ہیں حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے دل سے غلام ہیں کیونکہ انہوں
 نے عمر بھلائے کلمۃ الحق اور خدمت دین میں بسر کر دی اور اسلام کو مکمل ادا مان
 پر غالب کر دیا۔ شیعہ تو کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم کے انتقال کرنے کے ساتھ ہی
 سب مسلمان معاذا اللہ مرتد ہو گئے اور جو تین چار مومن رہے وہ نقیہ شعار
 تھے۔ زندگی بے کسی اور بے بسی میں گزار دی اور دوسروں کے محکوم رہے
 اتنا بھی نہ کر سکے کہ حضرت علیؑ کی مدد کرتے اور خلافت دلا دیتے۔ برخلاف ان
 کے خارجی جن کے خلاف تھے بڑی دلیری سے لڑے اور ان پر جانیں قربان
 کر دیں۔ شیعہ ان کے دلائل کے سامنے لاجواب رہے ان کا ہر جگہ سنیوں
 نے مقابلہ کیا اور حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیت الزامات کا جواب مناقب
 بیان کر کے دیتے رہے نہ حضرت علیؑ ان کو مٹا سکے نہ حضرت معاویہؓ نہ
 بعد میں آنے والے سلاطین۔ انہوں نے باوجود قلت تعداد بڑی
 شجاعت دکھائی اور کئی بار صف آراء ہو کر شکنیں دیں۔ عہد حضرت معاویہؓ
 میں اگر کسی نے ان کے دانت کھٹے کئے تو وہ مغیرہ بن شعبہ والے کوفہ تھے

پھر بھی خارجی ہمت ہار کر نہ بیٹھے۔ اگر ان کا زور ٹوٹا تو معقل اور مستور کی
 باہمی جنگ سے ٹوٹا۔ ان کی بڑی تعداد کام آئی۔ اور کچھ عرصہ کے لئے وہ خاموش
 ہو گئے اور خلیفہ عبد الملک کے زمانے میں اور ان کے بعد پھرا بھرے۔
 جہاد قسطنطنیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث درج بخاری شریف
 ہے کہ وہ فوج بخشی بخثانی ہے جو قسطنطنیہ پر جہاد کرے گی۔ اسی بشارت نبوی
 سے مبشر ہونے کے لئے حضرت معاویہؓ نے بڑے اہتمام سے اس پر فوج
 کشی کی۔ اس فوج میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور میزبان رسولؓ
 حضرت ابوالیوب انصاریؓ اور حسینؓ بھی یزید بن معاویہؓ کے ساتھ
 شریک تھے۔

مسلمان نشیب میں کھڑا ہونے کی وجہ سے رومیوں کی آتش زنی کا نشانہ بنتے
 رہے جو بلند اور سنگین فصیل پر جمے ہوئے تھے۔ لہذا مسلمانوں کو نقصان اٹھانا
 پڑا۔ حضرت ابوالیوبؓ بھی یہیں فوت ہوئے اور یزید نے ان کی وصیت کے
 مطابق فوج اسلامی کی آخری مقام اقدام پر پر فصیل ان کو دفن کیا اور یزید نے
 رومیوں کو کہلا بھیجا کہ اگر تم نے ان کے مزار کی ذرا بھی بے ادبی کی تو اسلامی قلمرو کے
 حدود میں ناقوس نہیں بج سکے گا ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۸۲ بہر حال قسطنطنیہ فتح نہ ہو
 سکا۔ یہ سعادت ترک کی سلطان محمد ثانی کی قسمت تھی جس نے ۱۴۵۳ء میں یہ شہر
 فتح کیا۔ اور اب تک ترک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ سلاطین عثمانی کی رسم تاجپوشی
 حضرت ابوالیوب انصاریؓ کے مقبرہ کی منسلہ مسجد میں ادا ہوتی رہی ہے حضرت معاویہؓ

کے قسطنطنیہ پر حملہ کے بعد آٹھ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا سلطان محمد فاتح
 نے مزار کا پتہ ایک صاحب باطن بزرگ سے لگوا یا جن کی دعاؤں سے پتہ ہر فتح
 ہوا تھا۔ (بہر بات مجھے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بتائی تھی) اور اس پر پتہ پتہ تعمیر کیا۔ واقعہ
 کہ بلا کے منکر مرزا حیرت دہلوی نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں مقام حسین موجود ہے جو
 اس حقیقت کا شاہد ہے کہ امام حسینؑ وہیں فوت ہوئے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب
 حضرت معاویہؓ ہی کے عہد میں روڈ میں اور کئی جزیرے فتح ہوئے سسلی پر حملہ
 ہوا اگر فتح نہ ہو سکا۔



سیدنا معاویہؓ

شخصیت و کردار

مؤلف مولانا یحیٰ محمد احمد صاحب ظفر سیال کوٹی

پیش لفظ مولانا امین احسن اصلاحی

خال المومنین کاتب وحی امیر المومنین سیدنا معاویہؓ کی شخصیت و کردار
 اور واقعات زندگی پر تحقیق تہصرہ۔

قیمت دس روپے علاوہ ڈاک خرچ

حضرت معاویہؓ کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے حسن عقیدت اور اولاد کا بیان !

حضرت معاویہؓ نے شام سے شام تک شام کے حاکم اور شام کے تمام ممالک اسلامی کے خلیفہ رہ چکے کے بعد ایک پھوڑے کے نکلنے سے دمشق میں وفات پائی۔ وقت وفات وہ تمام عرب۔ عراق شام۔ مصر طرابلس۔ یمن۔ ایران۔ خورستان۔ تیسر۔ افغانستان۔ سندھ۔ بخارا۔ سمرقند۔ طبرستان۔ کرمان۔ بجنان۔ الجزیرہ۔ قبرس۔ آرمینہ۔ ارض روم الغرض اُس بہت بڑی پُرامن سلطنت کے مالک تھے جو اصحاب ثلاثہؓ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت اور ان کے اپنے عہد میں حاصل ہوئی تھی۔ حضرت علیؓ نے پانچ سال خلیفہ رہے مگر ان کا وقت مسلمانوں ہی سے لڑتے گزر گیا جس کی وجہ شیعانِ کوفہ کی غداری اور ابنِ سبا کی مفسدہ پروازی تھی۔ لہذا حضرت علیؓ قابلِ الزام نہیں قرار دیئے جاسکتے حضرت معاویہؓ کے بھائی مختلف اوقات میں کہاں کہاں کے گورنر رہے درج ذیل ہے۔ یزید و عمرو بن ابوسفیانؓ۔ شام کے۔ محمد بن ابوسفیانؓ مدینہ کے۔ عقبہ بن ابوسفیانؓ مصر کے اور ان کے بیٹے معاویہؓ مدینہ کے زیاد بن ابوسفیانؓ قارس کے۔ زیاد کے بیٹے ابو حفصؓ عبید اللہؓ خراسان و عراقین کے ابو خالدؓ

عبداللہ اور ابو حرب بن خراسان کے ابو حرب عباد اور یزید بن زیاد و سجستان کے اور ابو عبیدہ کابل کے۔

ہم پہلے بھی بیان کر آئے ہیں کہ بنی امیہ میں جہانداری اور رعایا پروری کی خاص قابلیت تھی اس لئے جہاں وہ حاکم رہے وہاں کے لوگ ان سے بہت خوش رہے اور کسی قسم کا فتنہ و فساد نہیں پھیلا۔ اگر ان کو زوال آیا تو اپنے بھائیوں بنو عباس ہی کے ہاتھوں سے آیا جنہوں نے اپنے عہد میں علوم و فنون میں بے شک بڑی ترقی کی مگر کشور کشائی اور جہانبانی میں وہ بنی امیہ کی برابری نہیں کر سکے ہسپانیہ کو ۹۱۰ء مسلمانوں نے فتح کیا ۱۳۸ء تک دمشق کے خلفائے بنو امیہ اپنے گورنروں کے ذریعے اس پر حکمران رہے عباسیوں کی قتل و خو ریزی سے جو چند بنی امیہ باقی رہ گئے تھے ان میں سے ایک خلیفہ دہم ہشام بن عبد الملک بن مروان کا پوتا عبد الرحمن بن معاویہ بھی تھا۔ ۵۶۱ء میں ہسپانیہ کے مسلمانوں نے اس کی بیعت کی اور عباسی سپاہ کو شکست دے کر ہسپین کا خود مختار خلیفہ بن گیا اور سلطنت کو ایسا مضبوط کیا کہ ہسپانیہ میں بنی امیہ ۲۲۲ء تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کرتے رہے اور ان کے بعد مسلمانوں کے مختلف قبائل کی ۸۹۷ء تک غرناطہ وغیرہ میں حکومت رہی جس کے بعد عیسائیوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھا کر یورش کی اور اسپین میں نہ صرف مسلمانوں کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا بلکہ ان کی ہستی ہی کو مٹا دیا چنانچہ آج وہاں ایک بھی مسلمان نظر نہیں آتا اور یہ ایک ایسا ظلم ہے جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔

خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ حضرت معاویہؓ جب فوت ہونے لگے تو آپ کے پاس حضور نبیؐ علیہ السلام کے بال اور ناخن تھے جو آپ نے بطور تیر کر رکھے تھے

تھے آپ نے وصیت کی کہ یہ تبرکات میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا اور
مجھ کو قبر میں سپرد خدا کر دینا جس شخص کے دل میں حضور علیہ السلام کے ناخن اور
بالوں کی اتنی حرمت و عظمت تھی وہ ان کے بال بیکوں پر کبھی سختی کر سکتا تھا؟
ہرگز نہیں حضور علیہ السلام نے کعب شاعر کو قہیدہ بابت سعد بن کرابی چادر
مبارک خطا فرمائی تھی۔ اس چادر کی قدر و قیمت اگر کسی نے پہچانی تو وہ یہی
حضرت معاویہؓ تھے جنہوں نے بیس ہزار درہم دے کر اسے کعب کے وارثوں
سے لے لیا اور اب تک وہ چادر سلطان روم کے توشہ خانہ میں موجود ہے
حضرت معاویہؓ کے بیٹے عبد الرحمن، یزید اور عبد اللہ تھے اور بیٹیاں ہند
رملہ اور صفیہ تھیں۔ عبد الرحمن لاؤلف فوت ہوئے۔ عبد اللہ کی صرف ایک
بیٹی عاتکہ نامی تھی جس کا عقد یزید بن عبد الملک سے ہوا تھا۔

بنی امیہ پر مظالم کے واقعات

بنی امیہ اور ہاشمی ایک ہی دادا عبد مناف بن قصی کی اولاد سے تھے۔
دونوں نے علم و عمل سے اسلام کی ترقی میں کوشش کی تھی۔ فتوحات روم و
عجم میں حضرت علیؓ کے مشورے اور حضرت ابوسفیانؓ اور ان کے خاندان
کی مساعی کا بہت سا حصہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے والا جو ابن سبا
کا منافق گروہ تھا اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت پر ہی الزداد اختیار کر لیا
تھا جسے صدیق اکبرؓ کی ہمت خدا داد نے دبا دیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کی
مضبوط خلافت میں اسے فتنہ انگیزی کی جرأت نہیں ہوئی۔ ہاں خبیث سازش
سے انہیں نماز پڑھنے کی حالت میں مسجد نبوی میں شہید کر دیا حضرت عثمانؓ نرم
دل اور صاحب علم و جیا تھے۔ ان کے عہد میں مزید فتوحات سے منافق مچھلے

اور درپردہ منافرت کا جال پھیلایا اور انہیں اس وقت شہید کرا دیا جبکہ وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول اور بوڑھے تھے۔ پھر حضرت علیؓ کو حضرت معاویہؓ اور ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے لڑوایا اور امام حسینؓ کو دعوت دے کر بلایا اور کربلا میں شہید کرایا۔ پھر بھی ان کے علی الرغم حکومت عرب مسلمانوں بنی امیہ ہی کی رہی۔ جن کی ہمت اور خوش تدبیری سے مسلمانوں کی ایشیا اور یورپ میں حکومت قائم ہوئی۔ یعنی ادھر سندھ و ہند میں ان کے قدم جمے اور ادھر سپین وغیرہ میں۔ بقول مسٹر لین پول۔

”خلفاء کی سلطنت عروج کے زمانے میں بحر الکاہل سے دریائے انڈس (سندھ) اور سپین سے دریائے نیل کی آبشاروں تک پھیل گئی۔“

منافقوں نے رختہ اندازی شروع رکھی اور بنی ہاشم (عباسیوں) کو درغلا کر بنی امیہ کا ایشیا میں استیصال کرایا مگر یورپ میں بنی امیہ ہی صدیوں تک حکمران رہے۔ ان کا زلیں عہد عرب و عجم میں حضرت عثمانؓ کے زمانہ سمیت ۳۳ھ سے ۱۳۲ھ تک رہا۔ اس میں سے حضرت علیؓ کا بیچ سالہ خانہ جنگی کا عہد نکال کر باقی تقریباً ۱۰ برس رہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد کے بارہ برس خلافتِ راشدہ میں شمار کرنے سے باقی تقریباً ۹۲ سال بنی امیہ کا دور حکومت بنتا ہے۔

بنی عباس کے دلوں میں سخت دشمنی کا بیج بویا گیا تھا اور ان کے عہدِ گمرانی ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک یعنی سوا پانچ سو سال میں بنی امیہ کے خلاف عجیبوں کے اثر سے جو زہر بلا مواد جمع کیا گیا وہ کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے۔ تاریخ اسلام میں ابوالفداء جلد اول ص ۲۱۲ کے حوالے سے جو مضمون صفحہ ۱۱ پر لکھا گیا ہے وہ حقیقت حال پر شاید عدل ہے۔

”بنی امیہ سے بنی عباس کی نفرت و عداوت کا یہ حال تھا کہ آخری اموی فرمان روا مروان الحمار رگدھے جیسا سخت کوشش کی شکست کے بعد خاندان بنی امیہ کے نوے افراد گرفتار ہوئے۔ یہ غریب کھانا کھانے کیلئے جمع کئے گئے عین اس وقت بنی ہاشم کے ایک معمولی غلام شبل بن عبد اللہ نے بنی امیہ پر اشتعال دلانے والے چند اشعار پڑھ دیئے۔ انہیں سن کر سفاح عباسی بانی دولت عباسیہ کے چچا عبد اللہ بن علی نے اسی وقت کل اموی قیدیوں کو غصہ کی چوبوں سے پٹوا کر مرواڈالا۔ ابوبکر بن لاشوں کے ڈھیر پر دسترخوان بچھوا کر کھانا کھایا اور فرش کے نیچے سے دم توڑنے والوں کی سسکیوں کی گواہی دہی تھی۔ ان کے علاوہ جہاں جہاں اموی لے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کئے گئے صرف شیر نوار بچے اور وہ لوگ بچے جنہوں نے بھاگ کر اسپین میں پناہ لی۔ یہ نوزندوں کے سلمتہ سلوک ہوا، مردوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اس سے بھی زیادہ عبرت آموز ہے۔ تمام خلفاء بنی امیہ کی قبریں کھدوا اور ان کی ہڈیاں نکلوا کر بھینکوا دیں، ہشام دین عبد الملک متوفی ۱۵۰ھ بعد حکومت ۱۹ سال بقرہ ۵۰ برس کی لاش سالم نکلی یعنی اس کی وفات سے سات برس سے زیادہ بعد اسے سولی پر لٹکا کر آگ میں جلوا دیا گیا“

”بنی امیہ کے ساتھ جن لوگوں کی دشمنی کا یہ حال ہوا ان کے بارہ میں ان کے عہد کے مشہر کردہ واقعات اور ان کے عہد کی مرتب کردہ تاریخوں کا کیا اعتبار مسلمان مؤرخین کی ہمت پھر بھی لائق ستائش ہے کہ ان حالات میں بھی انہوں نے جرأت و صداقت سے کام لے کر ان واقعات کے ساتھ ساتھ بنی امیہ کے محاسن بھی قلم بند کر دیئے“

”بنی امیہ کے متعلق غلط روایات کے اندراج کا سبب یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں شیعہ و سنی اختلافات نے یہ شکل اختیار نہ کی تھی۔ اسکی حیثیت زیادہ تر پولیٹیکل تھی۔ اس پر مذہب کا رنگ اتنا گہرا نہ چڑھا تھا اس لئے مؤرخین محدثین تک ان کی روایتیں قبول کرنے سے گریز کرتے تھے، چنانچہ صحاح میں بھی ان کی روایتیں نہیں، اس لئے بنی امیہ کے متعلق بھی ان کے بیانات کتابوں میں داخل ہو گئے۔ گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں ہے (پھر بھی جب کہ ان کے دین کا یہ حصہ نفیہ ہو) لیکن یہ ظاہر ہے کہ بنی امیہ کے بارے میں ان کے بیانات کا کیا درجہ ہو گا۔“



توجید شیعہ سنی مسائل کا واحد حل

از محمد سلطان صاحب نظامی
حصہ اول: پچھتر پیسے حصہ دوم: ایک روپیہ پچاس پیسے
علاوہ ڈاک خرچ

ضروری التماس

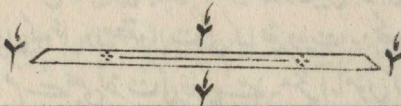
برادران اسلام۔ ہمیں جہاں تک معتبر تاریخوں سے معلوم ہوا حضرت معاویہ کی نسبت صحیح واقعات تحریر کر دیئے اس سے پہلے جنہوں نے ان کے سوانح قلمبند کئے ان میں سے بعض نے روشن پہلو دکھا کر ناریک پہلو بھی ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ہم نہ چور ہیں نہ بوم ہیں کہ تاریخی پسند ہوں۔ روشنی کے زمانہ میں روشن دماغوں کو اندھیرے سے کیا کام ہے

نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیثِ نواجذ ہم آفتاب ہستم ہمہ تر آفتاب گوئم
علاوہ ازیں ہماری کیا حیثیت ہے کہ ہم اُس زمانہ کے بزرگوں پر جو غیر القرونِ فرنی کی ذیل میں آتے ہیں زبانِ طعن دراز کریں۔ ہمیں اچھی باتوں کی اشاعت کرنی اور بُری باتوں کا ذکر نہ کرنا لازم ہے اگر حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ پر امام حسینؓ اور یزیدؓ میں لڑائی جھگڑا ہوا تو اس کے وہ جواب وہ اور ردِ مذہد ہیں ہمیں اس کو توہینِ میں سے کیا حاصل وہ بھائی بھائی تھے بھائیوں میں لڑائی جھگڑے ہوا ہی کرتے ہیں غیروں کو دخل در معقولات کی کیا ضرورت۔ دیکھو آج کل معاویہؓ اور یزیدؓ کے نام سے بھی نفرت کی جاتی ہے۔ مگر اماموں کو ان سے نفرت نہ تھی چنانچہ حضرت عقیلؓ اور حضرت علیؓ کے ایک بیٹے کا نام یزید تھا صاحبِ ذوالفقار کے چنیے عبداللہ بن جعفر طیار کے بیٹے کا نام معاویہ تھا اور پوتے کا یزید حضرت امام حسینؓ کے ایک بیٹے کا نام بھی یزید تھا۔ حضرت عباسؓ علمدار ابنِ جبر کرار نے بھی نہایت عقیدت سے اپنے بیٹے کو معاویہؓ کے نام

سے موسوم کیا جنہوں نے اپنے فرزند کا نام یزید رکھا ان کے تو آپس میں یہ تعلقات تھے مگر ہم ہیں کہ ان کی دشمنیوں کے نفصے گھر گھر کرناحق دست و گیران سہتے ہیں۔

تِلْكَ أُمَمٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ہمارے اعمال ہمارے پیش ہوں گے اور ان کے اعمال ان کے سامنے ہیں ان کے اعمال کی پرستش نہیں ہوگی حضرت امام عظیم سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تھے یا حضرت معاویہؓ تو آپ نے جواب دیا تھا کہ ابو حنیفہ سے قیامت کے دن یہ سوال نہیں ہوگا لہذا میں ان کے متعلق غلبان میں کیوں پڑوں۔

صاحبو! جو وقت تم بدگوئی میں صرف کرتے ہو وہی ذکر الہی میں صرف کرو تو تمہارے کام آئے۔ سب و شتم اور دشنام دہی سے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ نے منع فرمایا ہے ایسی باتوں سے سوائے اس کے کہ نفاق بڑھے اور نامہ اعمال سیاہ ہو اور کچھ حاصل نہیں۔ خدا کے لئے سمجھ جاؤ اور تبرّائی سے باز آجاؤ۔ و ما علینا الا البلاغ۔



وہی رسول اللہ از محمد سلطان نظامی
سیدنا صدیق اکبرؓ کے فضائل و محاسن قرآن و حدیث کی روشنی میں
قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

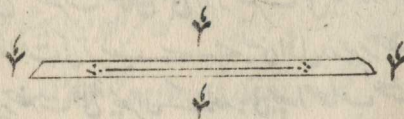
عقائد اہل سنت والجماعت متعلقہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وغیرہ

مسلمانوں کا سوا اِ اعظم یعنی بڑا گروہ اہل سنت و جماعت کہلاتا ہے اس گروہ کا وہی مذہب ہے جو تمام صحابہ کرامؓ و ائمہ عظام کا تھا اسی میں حضرت علیؓ اور دوسرے امام بھی شامل ہیں گو ہمارے شیعہ بھائی کیچھ تان کر ان کو تنقید کا پابند بنائیں مگر حقیقت چھپی نہیں رہ سکتی۔ خدا نے غلبہ اور کامیابی اسی گروہ کی قسمت میں لکھی ہے آج تک جتنے نامور فاتح۔ بادشاہ علماء و فضلا و صلحا ہوئے ہیں سب اہل سنت والجماعت ہی سے ہوئے ہیں ان کے مخالفین کسی بات پر فخر نہیں کر سکتے۔ حضرت علیؓ کا نہج البلاغہ میں صاف حکم منقول ہے کہ سوا اِ اعظم کو لازم پکڑو کیوں کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور جو جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے حصّہ میں اسی طرح آجاتا ہے جس طرح گلہ سے الگ ہوئی ہوئی بکری بھیڑیے کا لقمہ بن جاتی ہے الحمد للہ کہ مطابق ارشاد حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ ہم اہل سنت والجماعت سوا اِ اعظم میں داخل ہیں اور ہم پر شیطان تسلط نہیں پاسکتا۔

اہل سنت والجماعت کو صحابہ کرامؓ کی نسبت جو ان کا مذہب ہے وہ ذہن نشین رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ ساری امت سے بلند مرتبہ ہیں (۲) ان صحابہؓ سے چاروں خلیفہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ شیر خداؓ افضل ہیں۔ اور ان کی فضیلت خلافت کی ترتیب سے ہے یعنی اول درجہ پر حضرت صدیقؓ اور چوتھے درجہ پر حضرت علیؓ پھر ان کے بعد باقی چھ اصحاب عشرہ مبشرہ افضل

ہیں۔ عشرہ مبشرہ ان دس اصحاب کو کہتے ہیں جن کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا فرمایا ہے کہ وہ قطعاً جنتی ہیں اور وہ رسول اللہ کے چاروں یار اور طلحہ، زبیر، ابو عبیدہ بن جراح، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید ہیں (۱) پھر وہ اصحاب افضل ہیں جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔ (۲) پھر وہ جو احد کے جہاد میں شامل ہوئے (۳) پھر وہ جو بیعت رضوان میں شامل و داخل تھے (۴) خلافت راشدہ کی مبعاد تیس سال ہے اور اس کے بعد اسلامی بادشاہی اور امارت کا دور دورہ ہے (۵) ہمیں تمام اصحاب کرام کا ذکر ہمیشہ یہی ہے کرنا چاہیے (اور ۶) کسی اہل قبلہ مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ مگر اس وقت جبکہ وہ ارکان دینی کا منکر ہو یعنی یہ کہے کہ میں فلاں رکن اسلام کو نہیں مانتا یا میں شریعت پر نہیں چلتا اگر کوئی شخص شراب پیئے۔ نہ ناکرے یا چوری کرے تو وہ فاسق (گنہگار) ہے کافر نہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے صحابی تھے اس لئے مسلمانوں کو اپنے عقیدہ کی رو سے ان کا ہمیشہ ذکر خبر ہی کرنا چاہیے۔ یہ تہذیب کی نسبت علما کا فتویٰ ہے کہ اگر وہ فاسق تھا تو بھی اسے کافر کسی صورت میں نہیں کہہ سکتے کسی کو نام لے کر لعنت کرنا مسلمانوں کے لئے حرام ہے ہاں لعنت اللہ علی الظالمین۔ یا لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا جائز ہے مگر اس سے کوئی ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کو حصول ثواب کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے اور فضولیات میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے (نامی)



گلمائے عقیدت

مرد جری مجاہدِ اعظم، معاویہؓ
 کشور و کشافِ عالم، معاویہؓ
 اک باکمال و حسن مجسم، معاویہؓ
 تھے رہنمائے ارشد و اسلم معاویہؓ
 حاصل انہیں تھی صحبتِ اقلائے نامدار
 تھے جاں نثار و مونس و ہمدم معاویہؓ
 مقبول بارگاہِ خدا و رسول تھے
 بینمائے روزگار و معظم، معاویہؓ
 (موسیٰ الہ کے کاتبِ قلم و تفسیرین
 واللہ کس قدر تھے کرم، معاویہؓ)
 ہادی خلقِ مہدیؑ دورانِ یاقین تھے
 حسبِ دعائے سیدِ عالم، معاویہؓ
 ہر ایک سے یہ خلق و مروت سلوک تھا
 حسنینؓ کے تھے یاورد و ہمدم، معاویہؓ

پہنچایا اس کو پایہ تکمیل تک ضرور
 کر لیتے تھے جو عزمِ مصمم معاویہؓ

روشن زمانے میں ہے وقارِ معاویہؓ
 وہ عظمت و جلال کے بیکوہ معاویہؓ
 وہ معتقد جناب رسول کریمؐ کے
 یارانِ مصطفیٰ میں مسلم ہے ان کا نام
 وہ عرصہ جہاد کے مردِ جلیل ہیں
 وہ کاتبِ کلام و پیامِ خدا بھی ہیں
 تدبیر و انتظام و حکومت میں بے نظیر
 خوفِ خدا و پیرویِ شریعت میں وحید
 وہ خوش علم و عفو و عطا میں بہت بلند
 وہ جاں نثارِ شاہِ رسالتِ مآب کے
 بنیا کسی کی چشمِ حقیقت اگر نہیں

ان کے تعلقات شہِ دو سر اسے ہیں !
 راضی خدا ہے ان سے راضی خدا سے ہیں

زقاری عبد العزیز شوقی اسعدی (ابن الوری)

لطف و کرم کے پیکر حضرت معاویہؓ تھے
 جو ام مومنین تھیں ام حبیبہ نامی !
 کاتب رسولِ برحق کے بھی بے ہیں برسوں
 عثمانؓ نے مدینے میں پائی تھی جب شہادت
 امام مصطفیٰ کے اس قبل بے خطا پر
 بہرِ قصاص نکلے جب شامی و ججاری
 قرآن آیا آگے تو بڑھ کر صلح کر لی !
 حضرت علیؓ نے اپنے فرماں میں صاف لکھا
 عثمانؓ کی شہادت میں ہم نہ تھے طوٹ
 حیدرؓ نے پھر حسنؓ کو سوچی خلافت اپنی
 تنہا نے چھ مہینے بعد اپنی یہ خلافت
 شیعہؓ اور شیعہؓ جب تک رہے مدینے
 دینارہ اور درہم لاکھوں ہی تھے پہنچتے

لطف و کرم کے تو گر حضرت معاویہؓ تھے
 ہاں ان کے ہی برادر حضرت معاویہؓ تھے
 خوش قسمتی کے جوہر حضرت معاویہؓ تھے
 جب شام کے گورنر حضرت معاویہؓ تھے
 معصوم سب سے بڑھ کر حضرت معاویہؓ تھے
 تو بے قرار و مضطرب حضرت معاویہؓ تھے
 اس صلح سے فردوں تر حضرت معاویہؓ تھے
 اسلام میں نہ کمتر حضرت معاویہؓ تھے
 تخمین اور نکل پر حضرت معاویہؓ تھے
 اس پر نہ کچھ مکدر حضرت معاویہؓ تھے
 دیدی تو تاج بر سر حضرت معاویہؓ تھے
 دونوں سے شیر و شکر حضرت معاویہؓ تھے
 دونوں کے یار و دلبر حضرت معاویہؓ تھے

مکے سے عرب کو فتنہ شیعہؓ نے کیا تب ،
 جب پہنچے پیش داور حضرت معاویہؓ تھے

(پیر غلام دستگیر نامی)

اے امیر المومنین اے حامی دین متین
 تیری برأت کی قسم کی تیری شہادت کی قسم
 کی نہ جس نے کثرتِ اعدا کی پرواہ آپیل
 کر کے اہلِ ردم کو مفتوح اے مردِ سعید
 تیری عقل و فکر اور تیری لیاقت بے مثال
 کاتبِ وحی و کلام کبریا تھے آپ ہی
 جن کو سو پنی ابنِ حیدر نے خلافت آپ تھے
 ماننی ہے آج تک دنیا سخاوت کا کمال

اے محترم زور و ہمت قاضِ قسطنطین
 اے سرِ پاشانِ عظمت تیری ہیبت کی قسم
 یوحی تھا جن کے لئے ذخارِ دنیا آپ ہیں
 تو نے پائی سرورِ عالم سے جنت کی نوید
 ماننا ہے اک جہاں تیری سیاست کا کمال
 ناشرِ احکامِ محبوبِ خدا تھے آپ ہی
 اور کی جن سے خلوصِ دل سے بیعت آپ تھے
 آلِ احمد سے حجت اور شفقت بے مثال

عاشقِ ذاتِ خدا تھے ناشرِ دینِ ہدے
 انکی الفت میں نہاں ہے اے قمرِ حق کی رضا

(قمر فاروقی کوٹہ جامی)

اے قسطنطنیہ پر حملہ کرتیوالوں کے لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی
 بشارت دی تھی۔

لکھتا ہوں آج مدحت حضرت معاویہ کی
 اصحاب مصطفیٰ میں جس سے ہوئے تمیز
 خور دو کلاں کی اس میں تخصیص تھی نہ کوئی
 رشتہ میں مصطفیٰ کے تھے آپ بھی برادر
 اسلام کے تھے محسن اور دین کے فدائی
 حسینؑ سے تھی الفت اعدائے دین سے نفرت
 سبط نبی نے ان سے کر لی مصالحت جب
 تبلیغ حق میں کوتاہاں دن رات رہے یوں

دل میں ہے میرے الفت حضرت معاویہ کی
 تھی وحی کی کتابت حضرت معاویہ کی
 تھی بے ریا سخاوت حضرت معاویہ کی
 دیکھے تو کوئی عظمت حضرت معاویہ تھے
 ہے سب کے دل میں عزت حضرت معاویہ کی
 یعنی تھی پاک طینت حضرت معاویہ کی
 ہر اک نے کر لی بیعت حضرت معاویہ کی
 پھیلی جہاں میں شہرت حضرت معاویہ کی

رکھتے ہیں بیران سے الوریٰ جو اس جہاں میں
 حیران ہوں میں کیونکر جائیں گے وہ جہاں میں

(حافظ نور محمد انور)

آسناؤں تجھ کو میں اس مرد حق کا ذکر خبر
 معاذیہ ہے نام ان کا ہیں یہ خال المومنین
 پرچم اسلام دنیا میں کیا اس نے بلند
 کاتب وحی رسالت کا شرف بخشا انہیں
 اس قدر تھی الفت حسینؑ انکے قلب میں
 مرتضیٰؑ کے بعد آیا دور خال المومنین
 روم و ایراں کے علم سب ہو گئے پھر سرنگوں
 صدر ہزاروں جہتیں ہوں انکے مرقدر پرمدا
 انور مسکین ان کی منقبت کیا لکھ سکے،
 کی دعا جن کیلئے ختم الرسلؑ نے بار بار

ملت اسلام پر ہے جن کے احسانوں کا یار
 ذی قدر ہیں مرتبہ میں شان ہیں باوقار
 دین و ملت کیلئے سب کچھ کیا اس نے شمار
 خدمت دین مگر بھر بے شک رہا ان کا شمار
 عمر بھر دیتے رہے ان کو وظائف بے شمار
 بن کے فاتح یہ ہوئے اسلام کے خدنگزار
 بر سر میدان جب آئی ان کی جیت ابدار
 جتنی جملہ خدمتیں ہیں ہیں قبول کردگار

حافظ نور محمد انور